اردو ترجمہ

الصواعق الالھیہ فی الرد علی الوھابیہ

(وہابیت کے خلاف لکھی جانے والی سب سے پہلی کتاب)

تألیف: الشیخ العلامہ سلیمان بن عبدالوھاب حنبلی

ترجمہ و تحقیق: ناظم حسین اکبر

اردو ترجمہ

الصواعق الالهية فی الرد علی الوهابية

(وہابیت کے خلاف لکھی جانے والی سب سے پہلی کتاب)

تألیف: الشیخ العلامة سلیمان بن عبد الوهاب حنبلی

ترجمه و تحقیق: ناظم حسین اکبر

نام کتاب..................الصواعق الالھیہ فی الرد علی الوہابیہ

مؤلف..................شیخ سلیمان بن عبدالوہاب حنبلی

مترجم..................ناظم حسین اکبر

اشاعت..................اوّل ۲۰۰۸

ناشر..................آثار نفیس

تعداد..................۳۰۰۰

صفحات..................۱۶۸

کمپوزنگ..................محمد اسماعیل

پریس..................پریس موسسہ بوستان کتاب

شابک..................۹۷۸-۶۰۰-۵۲۹۹-۰۱-۴

قیمت ۲۰۰۰ تومان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب اور اسکے مؤلف کے بارے

شیخ سلیمان بن عبدالوہاب بن سلیمان تمیمی نجدی، حنبلی مذہب کے بزرگ علماء میں سے اور بانی وہابیت محمد بن عبدالوہاب کے سگے بھائی ہیں۔

سلیمان، محمد بن عبدالوہاب سے بڑے اور اس کے استاد بھی ہیں. ان کا شمار معروف علمائے اہل سنت میں ہوتا ہے. اس مذہب کے پیروکاروں کے درمیان انتہائی مقام ومنزلت کے مالک تھے اور یہی چیز ان کی وہابیت کے خلاف لکھی جانے والی اس کتاب کی شہرت کا باعث بنی اور پیروان اہل سنت میں کافی موثر ثابت ہوئی لیکن افسوس کہ جس قدر اس کتاب کو منتشر ہونا چاہیے تھا، نہ ہو سکی۔

ان کا علمی مقام اور مؤسس وہابیت سے رشتہ، اس کتاب کے پڑھنے والوں کے لئے انتہائی تاثیر رکھتا ہے. ان کی وفات ۱۲۱۰ھ میں ہوئی۔

جیسا کہ مقدمہ مؤلف سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ سلیمان نے یہ کتاب ایک شخص بنام حسن بن عیدان کی درخواست پر لکھی. اسی طرح عبارت مؤلف سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب آغاز فتنہ وہابیت کے آٹھ سال بعد لکھی گئی. وہابیت کے خلاف سب سے پہلی کتاب ہونے کی وجہ سے انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

اس فقیہ نامدار کے مسلک وہابیت پر اعتراض کی سب سے اہم وجہ - مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ - ہے، جس کے سبب وہابیوں نے کتنے بے گناہ مسلمانوں کا خون زمین پر بہایا

اور کتنے مظلوموں کے گلے ثواب سمجھ کر کاٹ ڈالے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ نظریات جب اغراض ومقاصد کے تحت دنیا میں وجود میں آتے ہیں تو خون کی ندیاں بہتی ہیں لیکن جب نظریات علم وشعور کی فضا میں پروان چڑھتے ہیں تو نسلیں زندگی پاتی ہیں۔

درحقیقت اب بھی عالم اسلام میں علم کا فقدان ہے اور جہالت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہے جس کا براہ راست دشمن فائدہ اٹھاتا ہے اور ہم آپس میں خون کی ہولیاں کھیلتے ہیں۔ اسلامی امت میں اختلاف کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اہل علم کمربستہ ہوں اور امت میں علمی فضا قائم کریں۔ علم کا ماحول اختلاف کو میدان جنگ میں لے جانے کے بجائے زبان اور قلم کے ذریعہ حل کرے گا۔

اس کتاب کا عربی متن چار بار طبع ہو چکا ہے. پہلی بار ۱۳۰۶ھ ق بمبئی ہندوستان میں، دوسری بار قاہرہ مصر میں، تیسری بار (۱۹۷۹ء) ۱۳۹۹ھ ق، استنبول ترکی میں اور چوتھی بار ایران میں۔

اور اب پہلی بار اردو زبان میں اس کتاب کا ترجمہ وتحقیق مشتاقان علم وحقیقت کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، امید ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ، خصوصاً برادران اہل سنت کے لئے مفید ثابت ہوگا. ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ناظم حسین اکبر

ابوطالب علیہ السلام اسلامک انسٹی ٹیوٹ لاہور

جمعۃ المبارک ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۸ اپریل ۲۰۰۸ء

مقدمۂ مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم و بہ ثقتی، الحمد للہ رب العلمین و اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ ارسلہ بالھدی دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون • صلی اللہ علیہ و علی آلہ الی یوم الدین.

اما بعد:

سلیمان بن عبدالوہاب کی طرف سے حسن بن عیدان کے نام!

سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرنے والا ہے۔

خداوند متعال فرماتا ہے:

﴿ولتکن منکم امۃٌ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون﴾ (۱)

ترجمہ: اور تم میں سے ایک گروہ کو ایسا ہونا چاہیے جو خیر کی دعوت دے، نیکیوں کا حکم دے، برائیوں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات یافتہ ہیں۔

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الدین النصیحۃ .دین دوسروں کی خیر خواہی ہے (۲).

۱۔ آل عمران: ۱۰۴.

۲۔ صحیح مسلم ۱: ۲۶۵، کتاب الایمان ح ۱۰۰.

میں نے پہلے بھی تجھے تیرے بھتیجے کے ذریعہ سے نصیحت کی ہے. اب جبکہ تو نے کئی ایک نامے لکھ کر درخواست کی ہے کہ جو مطالب میں جانتا ہوں انھیں بیان کروں تو علماء کے اقوال میں سے کچھ کو ذکر کر رہا ہوں، اگر انھیں قبول کرلے تو مقصد تک پہنچ گئے اور الحمدللہ. اور اگر قبول نہ کرے تو بھی الحمدللہ اس لئے کہ کوئی بھی اس کی نافرمانی کی قدرت نہیں رکھتا. اور ہر حرکت وسکون میں اس کی حکمت کارفرما ہے۔

میں نے اس کتاب کا ترجمہ کردیا ہے اور آیتوں میں سب آیات کا ترجمہ اور تفسیر کی ہے اور اس کتاب میں ایسے بھی مطالب میں ہیں جو واقعیت وحقیقت کے خلاف میں لیکن یہ کتاب وہابیت کے بارے میں ایک کامل اور جامع کتاب ہے۔

اجماع امت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی واجب ہے

جان لیجئے کہ خداوند متعال نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب قرار دے سکے.اور کتاب الٰہی کو ان تمام اشیاء۔ جو ہدایت میں موثر ہیں۔ کو بیان کرنے کے لئے ان پر نازل فرمایا.خداوند سبحانہ نے اپنے وعدہ پر عمل کیا اور اپنے دین کو تمام ادیان پر غلبہ عطا کیا اور اس فتح وکامرانی کو اس دن تک باقی رکھا جب تک کہ تمام مؤمنین عالم فناء سے عالم بقاء کی طرف منتقل نہ ہو جائیں۔

پروردگار عالم نے امت محمدیہ کو بہترین امت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس﴾ (1).

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے منظر عام پر لایا گیا ہے۔

اسی طرح امت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باقی لوگوں پر گواہ قرار دیا:

﴿و کذالک جعلنا کم امة و سطاً لتکونوا شهداء علی الناس﴾ (2).

ترجمہ: اور تحویل قبلہ کی طرح ہم نے تم کو درمیانی امت قرار دیا ہے تا کہ تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو.

اسی طرح اس امت کو انتخاب کیا اور فرمایا:

۱۔ آل عمران: ۱۱۰.

۲۔ بقرہ: ۱۴۳.

﴿هو اجتباكم و ما جعل عليكم فى الدين من حرج﴾(1).

ترجمہ: کہ اس نے تمھیں منتخب کیا ہے اور دین میں کوئی مزاحمت نہیں قرار دی ہے

نیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ستر امت کے بعد آئے ہو اور ان میں سے خدا کے نزدیک بہترین اور گرامی ترین تم ہی ہو(2)۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس کے دلائل اس قدر زیادہ ہیں کہ شمار نہیں کیے جاسکتے. رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ہمیشہ اس امت کے اعمال درست رہیں گے یہاں تک کہ قیامت برپا ہو(3). اس روایت کو (امام) بخاری نے بھی نقل کیا ہے(4). خداوند متعال نے اس امت کی پیروی کو تمام لوگوں پر واجب قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿و یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولیٰ و نصله جهنم و ساء ت مصیرا﴾5

ترجمہ: اور- جو شخص بھی- مؤمنین کے راستہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا اسے ہم ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھر گیا ہے اور جہنم میں جھونک دیں گے جو بدترین ٹھکانہ ہے۔

۱۔ حج: ۷۸

۲۔ مسند احمد بن حنبل ۵: ۳.

۳۔ صحیح بخاری: ۳: ۸۲۳، کتاب التمنی ح ۲.

۴۔ محمد بن اسماعیل بخاری اہل سنت کے بزرگ عالم اور ان کی مشہور کتاب ''صحیح بخاری'' ہے جسے اہل سنت کے ہاں معتبر ترین حدیثی منبع شمار کیا جاتا ہے. ۲۵۶ ہجری میں اس نے وفات پائی۔

۵۔ نساء: ۱۱۵.

خداوند متعال نے اجماع واتفاق امت پیغمبر ﷺ کو قطعی دلیل قرار دیا ہے کہ کسی کو اس کی مخالفت کا حق حاصل نہیں (1) اور جو دلائل ہم نے ذکر کئے ہیں ذرا سا بھی علمی مطالعہ رکھنے والے شخص کیلئے واضح وآشکار ہیں. اور جان لیجئے کہ محمد ﷺ کے لائے ہوئے آئین میں سے یہ بھی ہے کہ جاہل کو اپنی رائے پر اکتفا کا حق حاصل نہیں بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ صاحبان علم سے سوال کرے جیسا کہ پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا:

﴿فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون﴾ (2).

ترجمہ: تو تم لوگ اگر نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں سے دریافت کرلو.

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب وہ نہیں جانتے تھے تو سوال کیوں نہ کرتے، اس لئے کہ جہالت کا علاج فقط سوال ہے (3). اور اجماع بھی اسی بات پر دلالت کررہا ہے۔

اجتھاد کی شرائط

غایۃ السؤال (4) میں ہے کہ امام ابوبکر ہروی کہتے ہیں: "تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جب تک کسی شخص میں مندرجہ ذیل صفات نہ پائی جاتی ہوں تب تک اسے دین اور ہمارے مذہب کا پیشوا اور امام بننے کا حق حاصل نہیں ہے، اور وہ صفات یہ ہیں:

1۔البتہ مذہب شیعہ میں امت مسلمہ کا اتفاق نظر دلیل شمار نہیں ہوتا۔

الاصول العامۃ للفقہ المقارن، آیت اللہ سید محمد تقی حکیم صفحہ ۳۰۰۔۲۵۵۔

۲۔انبیاء: ۷.

۳۔سنن ابوداؤد ۱: ۳۳۶.

۴۔غایۃ السؤال فی اصول الفقہ تألیف علاء الدین علی بن محمد باجی.

اول: عربی لغات کومختلف استعمالات کے ساتھ اوراسی طرح عربی اشعار کے معانی کو جانتا ہو۔

دوم: علماء وفقہاء کے مختلف اقوال سے آگاہ ہو۔

سوم: خود فقیہ اور صاحب نظر ہو۔

چہارم: علم اعراب اوراس کے اندر موجود اختلاف سے آشنا ہو۔

پنجم: حافظ قرآن اوراس پر مسلط ہو، قراء اور قرائتوں کے اختلاف، تفسیر قرآن، محکم ومتشابہ، ناسخ ومنسوخ اور قرآنی داستانوں سے مطلع ہو۔

ششم: احادیث رسول خدا ﷺ سے آگاہ، صحیح وضعیف، متصل ومنقطع، مرسل و مسند اور مشہور کو آپس میں تمیز دے سکتا ہو. اوراسی طرح احادیث صحابہ میں سے مسند وموقوف کے بارے علم رکھتا ہو۔

اس کے علاوہ پرہیزگار، متدین، خود دار، صادق اور قابل اعتماد ہو. اپنے دین و مذہب کو کتاب خدا اور سنت رسول ﷺ سے اخذ کیا ہو. اگر کسی شخص میں یہ ساری صفات جمع ہو جائیں تب وہ دین کا پیشوا بن سکتا ہے اور لوگوں کے لئے اس کی تقلید کرنا صحیح ہے. اور وہ خود بھی اجتہاد کر کے اپنی رائے پر عمل کرے گا. البتہ اگر کسی میں ان میں سے ایک بھی صفت نہ ہو یا فقط ایک صفت نہ ہو تو ایسا شخص ناقص ہے، اسے یہ حق حاصل نہیں کہ امام مذہب کہلوائے اوراسی طرح لوگوں کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ اس کی تقلید کریں۔

اور پھر خود مؤلف لکھتا ہے(۱):

۱۔علی بن محمد باجی۔

''جب اجتہاد کرنے اور امام مذہب بننے کیلئے یہ شرائط ثابت ہو گئیں تو واضح ہے کہ جس میں یہ شرائط موجود نہ ہوں وہ ایسے شخص کی تقلید کرے جو ان شرائط کا حامل ہو''۔

اور اسی طرح بیان کیا ہے کہ دینی مسائل میں لوگوں کے دو گروہ ہیں: مجتہدین اور مقلدین، مجتہدین ہی کو دینی علوم سے استفادہ کا حق حاصل ہے وہ دینی علوم کہ جو کتاب و سنت اور عربی زبان سے مربوط ہیں ایسی زبان جس میں قرآن وسنت وارد ہوئے. پس جو کوئی قرآن وسنت سے آگاہ، اس میں موجود لغات کا جاننے والا، احکام ثابت وموقت۔ نسخ کی وجہ سے۔ قدیم وجدید کو تشخیص دے سکتا ہو تو ایسے شخص کا اجتہاد بھی صحیح اور اسی طرح ان افراد کیلئے جو اس مقام پر نہیں پہنچ سکتے، اس کی تقلید کرنا صحیح ہے۔

اور جو لوگ مجتہد نہیں ہیں ان پر واجب ہے کہ سوال اور تقلید کریں. یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے جس پر کسی قسم کا اختلاف نہیں۔

ان کے قول کہ ''اس مسئلہ پر اتفاق ہے'' پر دقت فرمائیں !!

ابن قیم (1) بھی ''اعلام الموقعین'' میں لکھتے ہیں: ''جب تک کوئی شخص تمام شرائط اجتہاد کو حاصل نہ کرلے تب تک اسے قرآن وسنت سے استنباط کا حق حاصل نہیں ہے''۔

1۔ کتاب اعلام الموقعین عن رب العالمین، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابو بکر معروف ابن قیم جوزیہ کی تالیف ہے جو حنبلی مذہب کے بزرگ علماء میں سے ہے اس نے چالیس کتابیں لکھیں وہ ابن تیمیہ کا شاگرد اور اس کے افکار کی ترویج کرنے والا ہے. اس کی وفات (۷۵۱ ھ ق) میں ہوئی. چونکہ ابن تیمیہ اور ابن قیم وہابیوں کے نزدیک بہت عظیم منزلت رکھتے ہیں لہذا مؤلف کتاب نے متعدد مقامات پر ان ہی کے اقوال کے ذریعہ سے افکار وہابیت کو رد کیا ہے۔ مزید معلومات کے لئے اس کتاب کے مقدمہ کی طرف رجوع فرمائیں۔ (مترجم)

عمر بن عبد اللہ فناوی کہتا ہے: ایک شخص نے احمد بن حنبل سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص ایک لاکھ حدیث حفظ کرلے تو کیا وہ فقیہ ہے؟ کہا: نہیں! پوچھا دو لاکھ حفظ کرلے تو پھر؟ کہا: نہیں! پوچھا تین لاکھ؟ کہا: نہیں! پوچھا چار لاکھ حدیث حفظ کرلے تو پھر؟ کہا: ہاں!

ابوالحسن کہتا ہے: میں نے اپنے جد سے سوال کیا کہ احمد بن حنبل کو کتنی احادیث حفظ تھیں؟ کہا: چھ لاکھ احادیث! ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب میں مسجد جامع۔ جسے منصور نے بنوایا تھا۔ میں فتویٰ دینے کے لئے بیٹھا تھا تو میں نے وہاں پہ احمد سے اسی حکایت کو نقل کیا تو ایک شخص کہنے لگا: کہ کیا تمہیں خود اتنی مقدار میں احادیث حفظ ہیں کہ فتویٰ دے رہے ہو؟ میں نے کہا نہیں! البتہ میں فتویٰ کو اس شخص کی رائے کے مطابق نقل کر رہا ہوں جسے اس قدر احادیث حفظ تھیں۔

اگر ہم ان علماء کو ذکر کرنا چاہیں کہ جو اس پر ''اتفاق نظر'' رکھتے ہیں تو مطلب بہت طولانی ہو جائے گا لہذا ہدایت چاہنے والے کیلئے بس اتنا ہی کافی ہے. یہ مقدمہ ہم نے اس لئے ذکر کیا ہے تاکہ ہمیشہ زیر غور رہے اور ہم اس سے ایک اصل مسلم کے طور پر استفادہ کریں گے۔

آج کل لوگ ایک ایسے فرد میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ جو اپنے کو قرآن سے منسلک اور اس سے استنباط کر رہا ہے اور مخالفوں کی رائے پر اصلاً توجہ نہیں دیتا۔

اگر آپ اس سے کہیں کہ اپنے اقوال کو علماء کے سامنے پیش کرے تو ہرگز قبول نہیں کرے گا بلکہ لوگوں پر اپنی تقلید کو واجب اور اپنے مخالفوں کو کافر سمجھتا ہے جبکہ شرائط وصفات اجتہاد میں سے ایک بھی صفت بلکہ خدا کی قسم! ایک صفت کا دسواں حصہ بھی اس کے اندر موجود نہیں!! اس کے باوجود اس کے اقوال بہت سے نادانوں میں رواج پا چکے ہیں. انا

للہ و انا الیہ راجعون ؛تمام امت مل کر فریاد بلند کر رہی لیکن وہ کسی کی پرواہ ہی نہیں کرتا اور سب کو کافر یا جاہل سمجھتا ہے۔خدایا!اس گمراہ کو ہدایت فرما اور اسے حق کی طرف پلٹا دے!

ہم کہتے ہیں خداوند متعال فرماتا ہے:

(ان الدین عنداللہ الاسلام)(1)

ترجمہ: دین، اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔

اور فرمایا:﴿ومن یبتغ غیر الاسلام دیناًفلن یقبل منہ﴾(2)

ترجمہ: اور جو اسلام کے علاوہ کوئی بھی دین تلاش کرے گا تو وہ دین اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔

اسی طرح فرمایا:﴿فان تابوا و اقاموا الصلاۃوآتوا الزکوۃفخلّوا سبیلھم﴾(3)

ترجمہ: پھر اگر توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

ایک اور مقام پر فرمایا:﴿فاخوانکم فی الدین﴾(4)

ترجمہ: تو یہ دین میں تمھارے بھائی ہیں۔

۱۔آل عمران:۱۹۔

۲۔آل عمران:۸۵.

۳۔توبہ:۵.

۴۔احزاب:۵.

ابن عباس فرماتے ہیں: اس آیت میں اہل قبلہ کا خون بہانا حرام قرار دیا گیا ہے۔

اور اسی طرح فرمایا: خوارج کے مانند مت بنو جنھوں نے آیات قرآن کو اہل قبلہ کے بارے میں تاویل کیا. وہ اپنی جہالت کے سبب ان آیات کو جو اہل کتاب اور مشرکین کے بارے نازل ہوئیں، مسلمانوں پر لاگو کر کے ان کا خون بہاتے، ان کے اموال کو غارت کرتے اور سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے والوں پر گمراہی کی شہادت دیتے ہیں؛ پس اٹھو اور علم قرآن سے آشنائی حاصل کرو! (تا کہ جان سکو کہ حق کیا اور باطل کیا؟)۔

ابن عمر خوارج کو بدترین مخلوق سمجھتے تھے اور کہتے: کہ انھوں نے جو آیات کفار کے بارے نازل ہوئیں، ان میں تحریف کر ڈالی اور انھیں مسلمانوں پر لاگو کرتے ہیں. بخاری نے اس روایت کو اسی سے نقل کیا ہے(۱). جبکہ خداوند متعال فرماتا ہے: ﴿ان الدین عند اللہ الاسلام.﴾ اسی طرح پیغمبر ﷺ حدیث جبرائیل میں ۔ جو کہ صحیحین میں وارد ہوئی - فرماتے ہیں: ''اسلام کا معنی لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دینا ہے.........''۔

روایت ابن عمر - جو صحیحین میں نقل ہوئی - میں آیا ہے: ''اسلام پانچ چیزوں پر استوار ہے خدا کی توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و بندگی کی شہادت دینا ہے....''(۲) اسی طرح اس روایت - کہ جو قبیلہ عبد قیس کی طرف بھیجے جانے والے گروہ کے بارے وارد ہوئی - میں بھی آیا ہے: ''میں تم کو خدائے یکتا پر ایمان لانے کا حکم دیتا

۱۔ صحیح بخاری ۳:۲۰۶۷، باب قتل الخوارج والملحدین، ح ۱۰۳۳

۲۔ صحیح بخاری ۱:۴۷ کتاب الایمان؛ ح ۷ صحیح مسلم ۱:۴۵ کتاب الایمان ح ۲۱ کی۔ ہوں.

خدائے یکتا پر ایمان لانے کا معنی جانتے ہو؟ وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دینا ہے.....'' یہ روایت بھی صحیحین میں نقل ہوئی (۱)۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں اسلام کو وہی شہادتین اور ان کے ارکان (نماز، روزہ اور زکات.....) بتایا گیا ہے اور امت کا اجماع بھی اسی پر ہے. بلکہ تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو بھی شہادتین کا اقرار کرے اس پر احکام اسلام جاری ہوں گے. اور اس کی دلیل یہ حدیث: ''مجھے کفار سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے.....''

اور حدیث جاریہ ہے: ''پیغمبر ﷺ نے ایک کنیز سے پوچھا: کہ خدا کہاں ہے؟ کہا: آسمان میں. فرمایا: میں کون ہوں؟ کہا: رسولخدا ﷺ. فرمایا: اسے آزاد کردو یہ مومنہ ہے''. یہ سب صحیحین میں موجود ہے (۲)۔

اسی طرح اس حدیث: ''لا الہ الا اللہ پڑھنے والوں سے ہاتھ اٹھالو'' (۳) اور دیگر احادیث سے بھی یہی استفادہ ہوتا ہے۔

ابن قیم کہتے ہیں: ''مسلمانوں کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ جب بھی کوئی کافر لا الہ الا اللہ کہہ دے تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے گا''. اور اسی طرح مسلمانوں کا اس پر بھی اتفاق نظر ہے کہ اگر مرتد شہادتین پڑھ دے تو دوبارہ مسلمان ہو جائے گا. البتہ

۱۔ صحیح بخاری ۱:۲۰، کتاب الایمان؛ ح ۵۱، صحیح مسلم ۱:۴۷، ح ۲۴، کتاب الایمان۔

۲۔ صحیح مسلم ۱:۴۹، کتاب الایمان ح ۳۳۔

۳۔ کنز العمال، ح ۸۲۷۰۔

کفار کے ساتھ جنگ ایسی صورت میں صحیح ہے کہ جب امام موجود ہوں اور کفار سے جنگ کریں یہاں تک کہ وہ نماز قائم کرنے اور زکات دینے لگیں۔

یہ تمام مطالب کتب علماء میں واضح طور پر موجود ہیں جو بھی تلاش کرے پالے گا.اور پھر دین اسلام کے کامل ہونے پر پروردگار عالم کا شکر گذار ہوں۔

مسلمانوں کی تکفیر

جب تم نے گذشتہ مطالب کو جان لیا تو اب سنو کیا کہنا چاہتا ہوں!

تم نے ایسے لوگوں کی تکفیر کا فتویٰ دیا اور ان کی سرزمین کو سرزمین جنگ قرار دیا، جو نماز، روزہ، حج و زکات ادا کرتے ہیں. خدا، ملائکہ، کتب آسمانی اور تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں، سارے کے سارے شعائر اسلامی کے پابند ہیں. ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کاموں میں تمھارا پیشوا کون ہے؟ اور اس مذہب کو کس سے لیا ہے؟

اگر کہو: کہ ہم نے ان کو اس لئے تکفیر کیا کہ یہ لوگ مشرک ہیں یا مشرکین کے مقابلے میں ساکت اور انھیں تکفیر نہیں کرتے. جبکہ خداوند متعال فرماتا ہے:

﴿ان اللّٰہ لایغفر ان یشرک به﴾ (۱)

ترجمہ: ''خداوند ہرگز شرک کو نہیں بخشے گا''.

اور اسی طرح باقی آیات جو اس بارے میں نازل ہوئی ہیں اس کے علاوہ علماء نے بھی شرک کو سبب کفر بتایا ہے۔

تو ہم جواب میں کہیں گے: ''آیات قرآن اور اقوال علماء حق ہیں لیکن تم نے ان کے سمجھنے میں اشتباہ کیا. اس لئے کہ علماء (خدا سے شرک کرنے) کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں کہ انسان واضح اور آشکار اطور پر کسی کو خدا کا شریک ٹھہرائے جیسا کہ مشرکین کہیں گے:

ھؤلاء شر کائنا. (۲)

ترجمہ: پروردگار یہی ہمارے شرکاء تھے۔

۱۔ نساء: ۴۸

۲۔ نحل: ۸۶

اور مانند قول خداوند:

﴿و ما نری معکم شفعاء کم الذین زعمتم انهم فیکم شرکاء﴾(۱)

ترجمہ: اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارش کرنے والوں کو بھی نہیں دیکھتے جنہیں تم نے اپنے لئے خدا کا شریک بنایا تھا۔

﴿اذ قیل لهم لا اله الا الله یستکبرون﴾(۲)

ترجمہ: ان سے جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو اکڑ جاتے تھے۔

﴿وَلَا یَأْمُرَکُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِکَةَ وَالنَّبِیِّینَ أَرْبَابًا﴾(۳)

ترجمہ: وہ یہ حکم بھی نہیں دے سکتا کہ ملائکہ یا انبیاء کو اپنا رب بنالو۔

اور باقی آیات جنہیں خداوند متعال نے اپنی مقدس کتاب میں بیان فرمایا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل علم نے ان کو ذکر کیا۔ یہ جو تم کہتے ہو کہ اگر کوئی فلاں عمل انجام دے تو مشرک اور دائرہ اسلام سے خارج ہے یہ سب کہاں سے لیا ہے؟

آیا اسے اپنی ناقص فہم کے ذریعہ استنباط کیا ہے؟

تو پہلے کہہ چکے کہ اجماع امت کے مطابق تمہیں استنباط کا حق حاصل نہیں. کیا تمہارے پاس بھی اپنے ان اعمال پر اجماع موجود ہے؟ یا کسی ایسے فرد کا فتویٰ تمہارے

۱۔انعام:۹۴

۲۔صافات: ۳۵

۳۔آل عمران:۸۰

اختیار میں ہے کہ جس کی تقلید کرنا صحیح ہو؟ اگر کوئی ایسی چیز ہو بھی سہی تب بھی جب تک تمھارے مجتہد کے فتویٰ پر اجماع امت نہ ہو، تو نہ تم خود اس کی پیروی کر سکتے ہو اور نہ ہی دوسروں کو تکفیر؟ (یعنی تکفیر کیلئے اجماع کا ہونا ضروری ہے)۔

آپ ہمارے لئے واضح کریں کہ یہ مذہب کہاں سے لیا ہے؟ ہم خدا کو گواہ قرار دیتے ہوئے آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر مطلب روشن ہو گیا تو ضرور اس کی پیروی کریں گے لیکن اگر مراد آپ کے اپنے افکار ہیں تو پہلے بھی ذکر کر چکے کہ ہمارے، آپ اور ہر وہ شخص جو روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے، کیلئے جائز نہیں کہ ان افکار سے استدلال کر کے ان لوگوں کی تکفیر کا فتویٰ دے جن کے مسلمان ہونے پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

مسئلہ شرک: شرک کی بھی اقسام ہیں: شرک اکبر، شرک اصغر اور شرک کبیر. ان میں سے بعض اسلام سے خروج کا سبب بنتی ہیں اور بعض اسلام سے خارج ہونے کا سبب نہیں بنتیں، ان سب پر اجماع موجود ہے۔

اور جو اقسام شرک اسلام سے خروج کا سبب بنتی ہیں یا جو نہیں بنتیں، ان کا بیان ان علماء کے ذمہ ہے کہ جو صفات اجتہاد کے حامل ہیں. اگر وہ کسی مسئلہ پر متفق ہو جائیں تو پھر کسی کو ان کی مخالفت کا حق حاصل نہیں. ہاں اگر اختلاف نظر رکھتے ہوں تو بحث کرنا ممکن ہے۔

پس اگر تمھارے پاس اپنے ان اعمال کے بارے علماء کے اقوال کی روشنی میں کوئی توجیہ موجود ہے تو ہمیں بھی بیان کرو ہم اسے تسلیم کریں گے. وگرنہ ہمارا اور آپکا وظیفہ یہ بنتا ہے کہ جس حد تک اجماع موجود ہے اسی پر اکتفاء اور مؤمنین کے راہ و روش کی پیروی کی جائے۔

تمھارے استدلالات میں سے ایک یہ فرمان خداوند ہے:

﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ (۱)

ترجمہ: اگر تم شرک اختیار کروگے تو تمھارے تمام اعمال برباد کردیے جائیں گے۔

اسی طرح انبیاء کے بارے میں اس قول خداوند سے بھی استدلال کرتے ہو:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (۲)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ شرک اختیار کرلیتے تو ان کے بھی سارے اعمال برباد ہوجاتے۔

اور پھر پروردگار عالم کے اس فرمان سے بھی استدلال کیا ہے:

﴿وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا﴾ (۳)

ترجمہ: وہ یہ حکم بھی نہیں دے سکتا کہ ملائکہ یا انبیاء کو اپنا پروردگار بنالو۔

ہم ان استدلالات کے جواب میں کہیں گے کہ ان مقامات میں شرک سے مراد، شرک اکبر ہے اور کس نے کہا ہے کہ اگر کوئی مسلمان جو لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے اس نے غائب یا میت سے حاجت طلب کرلی یا اس کے لئے نذر کی، یا غیر خدا کیلئے قربانی کی، یا قبر سے تبرک حاصل کیا یا اسکی خاک اٹھالی تو یہ سب شرک اکبر ہے. ایسا شرک کہ جس کے ارتکاب سے اعمال تباہ اور مال و جان مباح ہوجاتے ہیں. کس نے کہا ہے کہ ان آیات یا بقیہ آیات میں پروردگار عالم کی مراد ایسے اعمال ہیں؟

اگر کہو کہ میں نے قرآن و سنت سے ہی یہ مطلب اخذ کیا ہے!

۱۔ زمر: ۶۵

۲۔ انعام: ۸۸

۳۔ آل عمران: ۸۰

تو ہم کہیں گے کہ تمھارا سمجھنا کوئی قیمت نہیں رکھتا. نہ تو تمھارے لئے اپنی فکر ورائے کی پیروی کرنا جائز ہے اور نہ ہی کسی دوسرے مسلمان کے لئے. اس لئے کہ اجماع امت کے مطابق استنباط کا حق فقط مجتہد کامل کو حاصل ہے. اس کے علاوہ اگر کسی شخص میں اجتہاد کی تمام شرائط موجود بھی ہوں تب بھی جب تک اس کے اقوال کی تحقیق نہ کرلی جائے اس وقت تک اسکی پیروی جائز نہیں۔

ابن تیمیہ کہتا ہے: ''اگر کوئی شخص بغیر تحقیق کیے کسی خاص پیشوا کی تقلید کرتا ہے تو سب سے پہلے اس سے توبہ طلب کی جائے اگر توبہ کرلے تو صحیح ورنہ اس کی گردن اڑادی جائے''۔

وہابی اور ابن تیمیہ (۱) کی مخالفت

اگر تم کہو کہ میں نے یہ مطالب بعض علماء مانند ابن تیمیہ وابن قیم کے کلام سے اخذ کئے ہیں کہ جنھوں نے ایسے اعمال کو شرک کہا ہے۔

تو جواب یہ ہوگا: کہ یہ بالکل درست ہے کہ ان دو بزگواروں نے ان اعمال کو شرک کہا لیکن قابل غور نکتہ یہ ہے کہ انہوں نے شرک اکبر نہیں کہا ہے، جیسا کہ تم کہتے ہو کہ شرک اکبر ہے ان کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج اور ان سب پر احکام ''ارتداد'' جاری کئے جائیں، بلکہ تم تو ان لوگوں کو بھی کافر اور ان پر احکام ارتداد جاری کرتے ہو جو ایسے افراد پر کفر کا فتویٰ نہ لگائیں۔

جو بات انھوں نے۔ خدا ان پر رحمت کرے۔ کہی ہے وہ یہ کہ انھوں نے ان اعمال کو شرک شمار کیا اور ان سے روکا ہے لیکن تمھاری طرح انکے انجام دینے والے کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔

تم نے اپنی مرضی کے مطابق ان کے کلام کو ڈھالا جبکہ دوسروں کے اقوال پر توجہ ہی نہ دی اس لئے کہ ان کے اقوال میں اس مسئلہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ اعمال شرک اصغر ہیں. البتہ اگر بعض حالات وقرائن کے ذریعہ سے نیت کا پتہ چل بھی جائے کہ یہ لوگ

۱۔ احمد بن عبدالحلیم معروف ابن تیمیہ، علمائے مذہب حنبلی میں سے اور وہابی اسے اپنا پیشوا جانتے ہیں. اس کی وفات (۷۲۸ھ ق) میں ہوئی. اس کے بارے میں بہت سی کتب تالیف کی جا چکی ہیں جو شخص تحقیق کرنا چاہتا ہے وہ ان کتب کا مطالعہ کرے۔

شرک اکبر کے مرتکب ہو رہے ہیں تب بھی بطور مطلق انکی تکفیر نہیں کی جا سکتی، بلکہ ان علماء نے یوں فرمایا ہے کہ جب تک ایسے افراد پر حجت معتبر قائم نہ کر لی جائے، تب تک ان کی تکفیر کا حکم دینا صحیح نہیں. انشاء اللہ ان کے اقوال کو مفصل ذکر کیا جائے گا۔

ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ علماء کے اقوال کی طرف رجوع کریں اور جس حد تک انھوں نے مشخص کیا ہے اسی پر اکتفاء کریں. انھوں نے تمام اسلامی مذاہب کے اقوال و افعال کو ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ان اسباب کو بھی بیان کیا ہے کہ جو ایک مسلمان کے مرتد ہونے کا سبب بنتے ہیں لیکن کہیں پہ یہ نہیں کہا کہ جو بھی غیر خدا سے حاجت طلب کرے یا غیر خدا کے نام پر ذبح کرے تو وہ مرتد ہو جائے گا اور اسی طرح نہ ہی یہ کہا ہے کہ اگر کوئی قبر سے متوسل ہو یا اسکی خاک تبرک کے طور پر اٹھا لے تو مرتد ہو جائے گا۔

یہ سب کچھ تم ہی کہتے ہو۔

اگر تمھارے پاس اس پر کوئی دلیل ہے تو اسے بیان کرو اس لئے کہ علم کا چھپانا حرام ہے. البتہ یہ تمھاری ناقص عقل کا نتیجہ ہے کہ اجماع امت کی مخالفت کر کے پوری امت محمد ﷺ کو تکفیر کیا ہے. اس لئے کہ تم کہتے ہو جو بھی ان اعمال کو انجام دے کافر ہے اور جو ان کو کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے!

تمام عوام و خواص جانتے ہیں کہ یہ اعمال تمام اسلامی ممالک میں مرسوم ہیں اور علماء بھی جانتے ہیں کہ ان کی بنیاد سات سو سال سے بھی پرانی ہے اس کے باوجود اگرچہ علماء ان اعمال کو انجام نہ دیتے لیکن ان اعمال کے انجام دینے والوں کو تکفیر بھی نہ کرتے. اور پھر فقط یہی نہیں کہ ان پر احکام مرتد جاری نہ کیے بلکہ احکام اسلام کو ان پر جاری کیا۔

جبکہ تم اس کے قائل نہیں ہو اس لئے کہ تم نے تمام اسلامی ممالک پر حکم کفر و ارتداد

جاری کیا اور ان کی سرزمین کو سرزمین جنگ قرار دیا. یہاں تک کہ سرزمین مقدس وحی حرمین شریفین (مکہ و مدینہ) کو بھی اس حکم سے جدا نہ رکھا، وہ سرزمین مقدس کہ جس کے بارے پیغمبر ﷺ نے صحیح روایات میں واضح طور پر فرمایا کہ ان دو سرزمینوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسلام باقی رہے گا اور کبھی بھی بت پرستی رواج نہ پا سکے گی ؛ یہاں تک کہ دجال جو کہ آخر الزماں میں پوری دنیا کو روند ڈالے گا لیکن سرزمین مقدس میں وارد نہ ہوگا. انشاء اللہ اس کتاب میں اس مسئلہ سے بھی آگاہ ہوں گے۔

تمھارے نزدیک یہ سارے بلاد، بلاد حرب اور ان کے اہل کافر و مشرک ہیں اس لئے کہ تمھارے کہنے کے مطابق وہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور پھر شرک بھی ایسا کہ جو دین سے خارج کردے. انا للہ و انا الیہ راجعون خدا کی قسم تمھارا یہ کام خدا اور رسول ﷺ اور تمام علمائے اسلام سے جنگ کرنے کے مترادف ہے۔

جن امور کے ذریعہ تم امت مسلمہ کو تکفیر کر رہے ہو، ہم نے ان امور نذر وغیرہ کے بارے ابن تیمیہ اور ابن قیم سے بڑھ کر کسی کو سخت گیر نہیں پایا جبکہ ان دونوں- خدا کی رحمت ہو ان پر- نے اپنے کلام میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ امور وہ شرک نہیں ہے جو انسان کو دائرہ ایمان سے خارج کردے اور اسی طرح اس امر کی بھی تصریح کی ہے کہ شرک کے ان موارد میں سے بعض کا گناہ بہت بڑا ہے کہ جنھیں امت انجام دے رہی اور ان پر مصر ہے. لیکن اس کے باوجود ان افراد کی تکفیر کا حکم نہ دیا، جیسا کہ ان کے اقوال کو ذکر کیا جائے گا، انشاء اللہ

غیر خدا کیلئے نذر کا حکم

ہم یہاں پہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے اقوال کو نذر کے بارے نقل کریں گے جو کہ اس کے سخت مخالف اور اسے شرک کا نام دیتے تھے۔

ابن تیمیہ کہتا ہے: ''قبور یا اہل قبور کے لئے نذر ماننا ویسے ہی ہے جیسے حضرت ابراہیم خلیل یا فلاں شخص کے لئے نذر کی جائے. ایسی نذر معصیت اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں اور جس چیز کو نذر کیا گیا ہے اسے صدقہ کے طور پر فقراء وصالحین کو دے دیا جائے تو خدا کے نزدیک بہتر اور نفع بخش ثابت ہوگا''۔

اگر ابن تیمیہ کے نزدیک غیر خدا کے لئے نذر کرنے والا کافر ہوتا تو اسے صدقہ دینے کا حکم نہ دیتا اس لئے کہ کافر سے صدقہ قبول نہیں ہوتا بلکہ اسے دوبارہ اسلام لانے کا حکم دیتا اور کہتا: تو غیر خدا کے لئے نذر کرنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے نکل چکا ہے!

اسی طرح ابن تیمیہ کہتا ہے: ''جو شخص کسی کنویں، مقبرے، پہاڑ یا درخت کے اوپر یا ان کے ساکنین کے لئے چراغ جلانے کی نذر کرے تو یہ نذر باطل اور اس پر عمل کرنا حرام ہے اور جب تک نذر کرنے والا اپنے رب (جس کے لئے نذر کرنا چاہیے) کی معرفت حاصل نہ کر لے تب تک اسے اپنے مصالح میں مصرف کرے''۔

پس اگر نذر کرنے والا شیخ کے نزدیک کافر ہوتا تو اسے اپنی طرف نذر کو پلٹانے کا حکم نہ دیتا بلکہ اس کے قتل کا حکم دیتا!

اور اسی طرح کہا ہے کہ: ''اگر کوئی شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چاندی کے چراغ کی نذر کرے تو اسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمسایوں پر خرچ کیا جائے''۔

شیخ کے اس کلام میں دقت کر! کیا اس نے غیر خدا کے لئے نذر کرنے والے کو تکفیر

کیا ہے؟ یا جو اس کی تکفیر نہ کرے اُسے کافر سمجھا ہے؟ آیا وہ یا دیگر علماء ایسی نذر کو سبب کفر سمجھتے ہیں؟ جیسا کہ تم نے کہا اور اجماع امت کی مخالفت کی۔

ابن مفلح اپنی کتاب ''فروع'' میں اپنے استاد ابن تیمیہ سے نقل کرتا ہے کہ: ''دقت کر! باوجود اس کے کہ اس نے غیر خدا سے حاجت برآوری کی نذر کی ہے لیکن ابن تیمیہ نے اس کی نذر کو غیر خدا کی قسم کھانے کے مانند (باطل) شمار کیا ہے. البتہ باقی علماء نے اسے معصیت شمار کیا ہے جبکہ تم انھیں اور جوان کو کافر نہ جانے، کی تکفیر کرتے ہو. کیا علماء نے یہی کہا ہے؟ خدایا قول باطل سے تیری پناہ چاہتا ہوں!

اسی طرح ابن قیم نے اپنی کتاب ,,مدارج،، میں غیر خدا کے لئے نذر کرنے کو شرک اصغر کی فصل میں ذکر کیا ہے. اس نے اس روایت جو احمد بن حنبل (۱) نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہے کہ ,,نذر قسم ہے،، سے استدلال کیا ہے اور ان تمام امور کو جنھیں تم شرک اکبر اور اسکے ذریعہ سے تکفیر کرتے ہو، شرک اصغر شمار کیا ہے۔

---

(۱) احمد بن حنبل اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک اور بخاری و مسلم کے استاد ہیں ان کی وفات (۲۴۱ھ ق) میں ہوئی۔

غیر خدا کے لئے قربانی کا حکم

ابن قیم کے نزدیک غیر خدا کے لئے قربانی کرنا حرام اور گناہ ہے لیکن اسے اسباب کفر میں ذکر نہیں کیا مگر ایسی صورت میں کہ جب بتوں یا باطل معبودوں مانند سورج و ستاروں کے نام پر قربانی کی جائے۔

ابن تیمیہ نے بھی۔ جیسا کہ ان کے اقوال میں آئے گا۔ اسے گناہوں میں شمار کیا ہے جن کے ارتکاب سے انسان ملعون قرار پاتا ہے جیسے کوئی ایسی زمین کی روشنائی زائل کر دے جس کے نور سے لوگ استفادہ کرتے ہیں یا کوئی کسی مسلمان کو گزند پہنچائے۔

علماء نے ایسی قربانی کو ان حیوانات میں شمار کیا ہے جو خدا کے علاوہ کسی اور نام پر ذبح کئے گئے ہوں اور ان کے کھانے سے نہی فرمائی ہے. لیکن اس کے مرتکب کو تکفیر نہیں کیا. ابن تیمیہ کے مطابق ایسے اعمال جنوں کے لئے قربانی کرنے کے مانند ہے کہ جسے جاہل لوگ مکہ ۔ خدا اس کی فضیلت میں اضافہ کرے۔ اور باقی اسلامی ممالک میں انجام دیتے ہیں. البتہ پیغمبر ﷺ نے جنوں کیلئے کی گئی قربانی سے نہی فرمائی ہے. ابن تیمیہ نے تمھاری طرح نہیں کہا کہ ان اعمال کا انجام دینے والا کافر ہے یا اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جو ان کو کافر نہ جانے وہ خود بھی کافر ہے۔

غیر خدا سے درخواست

ابن تیمیہ نے غیر خدا سے درخواست کرنے کے بارے میں فرمایا کہ: اگر غیر خدا سے درخواست کرنے والا ایسی اشیاء کی درخواست کرے جو خصوصیات پروردگار میں سے ہیں مانند بخشش گناہان، جنت میں لے جانا، جہنم سے نجات، نزول باران اور درختوں کا اگانا تو یہ شرک اور گمراہی ہے. اس کے انجام دینے والے سے توبہ طلب کی جائے، اگر توبہ کرے تو صحیح ورنہ قتل کر دیا جائے (اس لئے کہ کافر و مرتد ہو گیا ہے). البتہ جب تک ایسے شخص پر اتمام حجت نہ کر لی جائے اسے تکفیر یا قتل نہیں کیا جا سکتا. یہ سب ابن تیمیہ کے اقوال میں ذکر ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اگر تم کہو کہ کتاب ''اقناع'' میں ابن تیمیہ سے نقل ہوا ہے کہ: ''اگر کوئی شخص کسی کو اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ قرار دے، اس کی پرستش کرے، اس سے حاجت طلب کرے اور اس پر توکل کرے تو ایسا شخص بالاجماع کافر ہے''۔

تو ہم جواب میں کہیں گے کہ: یہ صحیح ہے کہ انھوں نے ایسا ہی کہا ہے لیکن تمھاری بدبختی علماء کے کلام کو نہ سمجھنے میں ہے!

اگر تم اسی عبارت میں غور و فکر کرتے تو خود بخود متوجہ ہو جاتے کہ تم اس کی نادرست تاویل کر رہے ہو! اور تعجب آور تو یہ ہے کہ ان کے روشن اقوال کو چھوڑ کر ایک مجمل عبارت کے پیچھے پڑ گئے ہو، اس سے ایسے مطالب کو اخذ کر رہے ہو جو علماء کے اقوال کے خلاف ہیں اور پھر یہ خیال کرتے ہو کہ تمھاری اس فکر پر اجماع بھی موجود ہے! کیا تجھ سے پہلے بھی کسی نے اس عبارت سے ایسا مطلب سمجھا ہے؟

سبحان اللہ، خوف خدا نہیں کرتے ہو؟!

عبارت کے الفاظ پر توجہ کرو کہ کیا کہا ہے: ''ان کی پرستش کرے اور ان پر توکل کرے اور ان سے حاجت طلب کرے'' حرف عطف (واو) کے ذریعہ عبادت، توکل اور درخواست کو جمع کیا ہے. ''دعا'' عربی زبان میں ہر طرح کی عبادت و پرستش کو کہا جاتا ہے. ''توکل'' کا تعلق دل سے ہے اور ''سوال'' وہی درخواست ہے کہ جسے اب دعا کہا جاتا ہے. ابن تیمیہ نے اس عبارت میں ان تینوں اعمال کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے. اور یہ نہیں کہا کہ یا عبادت کرے یا توکل کرے یا غیر خدا سے درخواست کرے۔

(یہ تینوں کام اگر ایک ساتھ ہوں تو کفر کا سبب بنتے ہیں نہ کہ ہر ایک جدا جدا طور پر) جبکہ تم لوگوں کو فقط غیر خدا سے درخواست کرنے پر تکفیر کرتے ہو؛ کیسے اس عبارت سے یہ مطلب لیا جا سکتا ہے؟!

باوجود اس کے کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم نے متعدد موارد میں ان امور کی وضاحت کی ہے ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ: ''مشرک صابئیوں (۱) میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو بظاہر اسلام کا اظہار کرتا ہے جبکہ ستاروں کی تعظیم، ان سے حاجت طلب، انہیں سجدہ اور ان کیلئے قربانی و پرستش کرتا ہے۔

بعض علمائے اسلام نے صابئی اور برہمی (۲) مشرک مذہبوں پر کتب بھی تحریر کی ہیں کہ جن کا موضوع پرستش ستارگان ہے. یہ جادوگری ہے جو کنعان کے لوگوں۔جن پر

۱۔ صابئی ایک ایسی قوم ہے جو ستاروں کی پرستش کرتی ہے اور انھیں ستارہ پرست بھی کہا جاتا ہے (المعجم الوسیط).

۲۔ ہندوؤں کا ایک فرقہ ہے جو حیوانات کے گوشت کو حرام جانتا ہے (المعجم الوسیط).

نمرود حکومت کرتا- کے درمیان رائج تھی. خداوند متعال نے جناب ابراہیم کو دین حنیف و خالص دے کر ان کی طرف مبعوث فرمایا''۔

ابن قیم ایسے افراد کے بارے میں کہتا ہے کہ: ''یہ لوگ اس جہان کے خالق باعظمت وحکیم اور بے عیب ونقص کو مانتے ہیں لیکن انکا عقیدہ ہے کہ ذات پروردگار تک پہنچنا بغیر واسطے کے ممکن نہیں. لہذا ہم پر واجب ہے کہ ان کے وسیلہ سے خدا سے نزدیک ہوں. اور وہ صاحب اختیار، معبود اور خدائے حقیقی کے ہاں ہمارے شفیع ہیں. ہم ان کی پرستش فقط اس لئے کرتے ہیں تا کہ اپنی حاجات کی برآوری کی درخواست اور اپنی مشکلات کو ان کے سامنے پیش کرسکیں اور اپنے تمام امور میں ان کی طرف مراجعہ کرتے ہیں. وہ بھی ہمارے خدا کے ہاں- جو انکا بھی خدا ہے- ہماری شفاعت کرتے ہیں۔

اور یہ حاجات ان روحانی وسیلوں سے مدد طلب کئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتیں. پس ہمیں چاہیے کہ تضرع وخشوع، نماز اور قربانی کے ذریعہ سے ان سے تقرب حاصل کریں۔

ان لوگوں نے انبیاء علیھم السلام کے لائے ہوئے اصولوں میں سے دو اصل کا انکار کر دیا:

اول: خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت اور باقی تمام معبودوں کا انکار۔

دوم: انبیاؑء اور جو کچھ پروردگار عالم کی طرف سے نازل ہوا اُس پر صدق دل سے ایمان لانا۔

دیکھو تم نے کس طرح وسیلہ کی غلط تفسیر کی ہے؟

البتہ تمھارا یہ کام خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پیشوایان دین کے کلام کی تحریف کرنے سے

زیادہ عجیب تر نہیں ہے. اس کے علاوہ تو نے اجماع امت کی بھی مخالفت کی ہے. اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ تو نے اس عبارت کے نقل کرنے والے کی مراد کے خلاف اپنی مرضی سے اس واضح و روشن عبارت کی تاویل کی ہے۔

کیا تمھارا یہ کام محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی پیروی کرنے کے علاوہ کچھ اور ہے؟

خداوند متعال ہمیں اور آپ کو خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے سے نجات دے!

قبور سے توسّل

علماء نے قبور سے متوسل ہونے، ان کی خاک کو تبرک کے طور پر اٹھانے اور ان کے اردگرد طواف کرنے کو ذکر کیا ہے. بعض نے ان امور کو مکروہات اور بعض نے محرمات میں شمار کیا ہے لیکن کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس عمل کا انجام دینے والا مرتد ہو جائے گا، جیسا کہ تم کہتے ہو اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تم تو ان کو تکفیر نہ کرنے والے کو بھی کافر سمجھتے ہو۔

یہ مسئلہ کتاب جنائز، باب دفن و زیارت میت میں موجود ہے اور اگر ہمارے اس قول کے بارے اطلاع حاصل کرنا چاہتے ہیں تو کتاب ''الفروع'' (۱) اور ''الاقناع'' (۲) اور باقی فقہی کتب کا مطالعہ کریں. اگر تم ان کتب کے مصنفین کو قبول نہیں کرتے اور یہ تم سے بعید بھی نہیں، تو جان لے کہ انھوں نے اپنی رائے کو بیان نہیں کیا بلکہ احمد بن حنبل اور ان کے مانند ائمہ ہدایت کے مذہب کو بیان کیا ہے کہ جن کے فہم و ہدایت پر پوری امت کا اجماع ہے۔

تمھارا یہ بغض و عناد، بلند علمی مراتب تک پہنچنے کے لئے بے اساس ادّعا، اور ائمہ ہدایت کی تقلید کیے بغیر ادلہ سے استنباط، سوا اجماع مسلمین کی مخالفت کے کچھ اور نہیں !!!

۱۔ یہ کتاب شیخ شمس الدین المقدسی ابو عبداللہ محمد بن مفلح متوفی (۷۶۳ھ ق) کی ہے .

۲۔ الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل، موسیٰ بن مقدسی متوفی (۹۷۶ھ ق)

جاہل معذور ہے

اگر فرض کرلیں کہ یہ امور یعنی نذر وغیرہ کفر کا سبب بنتے ہیں پھر بھی اہل سنت کے اصول وقواعد میں سے ایک مہم قاعدہ پر توجہ کرنا ضروری ہوگا جیسا کہ ابن تیمیہ اور ابن فہم نے بھی اس قاعدہ کی وضاحت کی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر امت مسلمہ کے جاہل ونا آگاہ افراد کوئی ایسا عمل انجام دیں جو موجب شرک وکفر بنتا ہو تو جب تک اس اشتباہ کو ان پر دلیل کے ذریعہ سے واضح نہ کرلیا جائے تب تک وہ اپنی جہالت کے سبب معذور ہیں اور کافر و مشرک نہیں ہوں گے ،مگر یہ کہ ضروریات دین میں سے کسی ایسی چیز کا انکار کردیں جسے سب مسلمان جانتے ہیں اور اس پر ان کا اتفاق ہے، جیسا کہ بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔اور سوا بدعت گذاروں کے کوئی اس قاعدہ کا مخالف نہیں۔

اگر کہو کہ خداوند متعال نے فرمایا ہے: ”من کفر من بعد ایمانه....“ (۳)اور یہ کہ یہ آیت ایسے مسلمانوں کے بارے نازل ہوئی ہے جو مجبور ہو کلمات کفر کہیں، تو حالت مجبوری کے باوجود خدا نے ان کے اس عمل کو کفر کہا ہے۔

تو ہم جواب میں یہ کہیں گے کہ یہ آیت صحیح ہے لیکن آپ کے نفع میں نہیں بلکہ نقصان میں! اس لئے کہ جو کچھ انھوں نے کہا تھا وہ یہ تھا کہ رسول خدا ﷺ کو گالیاں دیں

۳۔نحل:۱۰۶

اور ان کے دین سے بیزاری کا اعلان کیا اس کے سبب کفر ہونے پر اجماع ہے اور سب مسلمان جانتے ہیں۔

البتہ آیت میں دو گروہ ذکر ہوئے ہیں ایک وہ جو مجبور ہو کر کفر آمیز کلمات کہتے ہیں قرآن نے انھیں معذور جانا ہے. اور دوسرے وہ جو آگاہی رکھتے ہوئے اپنی مرضی سے اپنے سینوں کو کفر کے لئے کشادہ کر دیں اور کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں. انھیں کافر جانا ہے۔

تمام مسلمان اس مسئلہ - آیت میں جس کی طرف اشارہ ہوا- کو اسباب کفر میں سے جانتے ہیں اسی طرح جس کسی نے بھی اسباب کفر کو شمار کیا ہے اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے. لیکن وہ امور کہ جن کی وجہ سے تم لوگوں کو تکفیر کرتے ہو، علمائے سلف میں سے کسی ایک نے بھی ان کے ذریعہ لوگوں کو تکفیر نہ کیا اور نہ ہی انھیں اسباب کفر میں شمار کیا ہے. اور پھر جنھوں نے ان امور کو ذکر کیا ہے ان کے بھی گروہ ہیں. بعض نے انھیں شرک کی اقسام میں بیان کیا اور بعض نے انھیں گناہوں میں سے. لیکن کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ان کا انجام دینے والا مرتد و کافر ہو جائے گا. جیسا کہ کسی نے بھی تمھاری طرح اس آیت سے استدلال نہیں کیا ہے۔

البتہ تجھ سے یہ بات تعجب انگیز نہیں کہ تم نے ان آیات سے استدلال کیا کہ جنکا اس موضوع سے کوئی تعلق نہیں اور ایسے مسلمانوں پر منطبق کیا کہ جو لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتے اور اعلانیہ طور پر کہتے ہیں کہ خدا کا نہ تو کوئی شریک ہے اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی شایستۂ عبادت ہے۔

تم نے ان آیات سے استدلال کیا:

﴿إِذَا قِيلَ لَهُمْ لاَإِلَهَ إِلاَّ اللهُ يَسْتَكْبِرُونَ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُونٍ﴾ (۱)

ترجمہ: ان سے جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو اکڑ جاتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک مجنون شاعر کی خاطر اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں گے۔

اور اسی طرح اس آیت:

﴿أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ آلِهَةً أُخْرَى﴾ (۲)

ترجمہ: کیا تم لوگ گواہی دیتے ہو کہ خدا کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے۔

اور یہ آیت کہ جو کہتے ہیں:

﴿اللّهم ان كان هذا هو الحق من عندک فامطر علينا حجارةً من السماء﴾ (۳)

ترجمہ: خدایا اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے۔

اور یہ آیت کہ جو ایک گروہ کہتا ہے:

﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا﴾ (۴)

ترجمہ: کیا اس نے سارے خداؤں کو جوڑ کر ایک خدا بنا دیا ہے۔

۱۔ صافات: ۳۶-۳۵.

۲۔ انعام: ۱۹.

۳۔ انفال: ۳۲

۴۔ ص: ۵.

ایسا شخص جو ان آیات سے ایسے لوگوں کے کفر پر استدلال کرے کہ جو رسول خدا ﷺ اور تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلمان ہیں تو اگر وہ اس آیت سے اپنے مقصد پر استدلال کرے تو مقام تعجب نہیں۔

اگر ان میں سے کسی نے اس مذکورہ آیت سے ایسے اعمال انجام دینے والوں کی تکفیر پر استدلال کیا ہے تو اُسے نمونہ کے طور پر بیان کرو! لیکن خدا کی قسم تمھاری داستان عبدالملک بن مروان کی داستان کی طرح ہے کہ جس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ لوگوں کو اپنی اطاعت کی دعوت کر اور اگر کوئی مخالفت کرے تو تلوار کے ساتھ اس کا سر تن سے جدا کر دے!!!

﴿انا للہ و انا الیہ راجعون﴾۔

یہاں پہ ایک اور اصل بھی ہے کہ جس پر توجہ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ بسا اوقات ایک مسلمان فرد میں دو پہلوئے کفر و اسلام یا کفر و نفاق جمع ہو سکتے ہیں (یعنی ممکن ہے ایک اعتبار سے مسلمان ہو اور ایک اعتبار سے کافر) لیکن یہ چیز باعث نہیں بنتی کہ وہ شخص مطلقاً کافر اور دین سے خارج شمار کیا جائے۔

انشاء اللہ ذکر ہوگا کہ اس پر تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے اور سوا بدعت گذاروں کے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

سب سے پہلے تکفیر کرنے والا گروہ

جان لے کہ سب سے پہلا گروہ جو مسلمانوں سے جدا ہوا وہ خوارج (۱) تھے. انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کے خلاف سازش تیار کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی انکا تذکرہ کیا اور ان سے جہاد اور ان کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔

فرمایا: "انھیں کہیں پاؤ قتل کر ڈالو." (۲) اسی طرح ان کے بارے میں فرمایا: "یہ اہل جہنم کے کتے ہیں" (۳) دوسرے مقام پر فرمایا: "یہ لوگ مسلمانوں کا قتل عام کریں گے" (۴)

۱۔ خوارج امیر المومنین کے اصحاب تھے جو ماجرائے صفین میں حکمین کے فیصلے کے بعد وجود میں آئے. بارہ ہزار افراد آنحضرت کے لشکر سے جدا ہو کر کوفہ کے نزدیک ایک مقام (حروراء) میں جا کر جمع ہو گئے، اسی وجہ سے انہیں حروریہ بھی کہا جاتا ہے یہ لوگ امامؑ کی حکومت کے لئے مشکلات ایجاد کرتے اور آنحضرت کے چاہنے والوں میں سے ایک شخص کو اس کی حاملہ زوجہ کے ساتھ قتل کر دیا. امامؑ نے قصاص کے لئے ان سے قاتلوں کو طلب کیا لیکن انھوں نے انکار کر دیا اور کہا ہم سب قاتل ہیں. سرانجام جنگ نہروان برپا ہوئی اور آنحضرت نے ان کی جڑیں کاٹ ڈالیں. اگر چہ کچھ عرصہ بعد تک خوارج چھوٹے چھوٹے گروہوں کی صورت میں فعالیت کرتے رہے لیکن ہرگز ایک اسلامی فرقہ کے عنوان سے مسلمانوں میں زندگی نہ کر سکے. (فرہنگ عقائد و مذاہب اسلامی جلد پنجم۔ آیت اللہ سبحانی)۔

۲۔ صحیح بخاری ۳:۷۰۷، باب قتل الخوارج، ح ۲۔ سنن ابن ماجہ، ح ۱۶۷ و ۱۷۶.

۳۔ سنن ابن ماجہ، ح ۱۷۳ و ۱۷۶.

۴۔ صحیح بخاری، ۳:۷۰۷، باب قتل الخوارج، ح ۳

اور پھر فرمایا: ''زیر آسمان، بدترین قتل ہونے والوں میں سے خوارج ہیں'' (۱). اور فرمایا: ''یہ لوگ قرآن پڑھیں گے اور خیال کریں گے کہ قرآن ان کی تصدیق کر رہا ہے جبکہ قرآن ان کی مخالفت کر رہا ہوگا''۔

اور دیگر احادیث معتبر جو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے بارے میں نقل ہوئی ہیں. انھوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں خروج کیا اور علی وعثمان اور معاویہ اور ان کے پیروکاروں کو تکفیر کیا. مسلمانوں کے خون و مال کو حلال، ان کی سرزمین کو سرزمین جنگ اور اپنی سرزمین کو سرزمین ایمان قرار دیا۔

وہ خیال کرتے کہ اہل قرآن ہیں اور سنت میں سے جو ان کے افکار کے مطابق ہوتا فقط وہی قبول کرتے، اور جو بھی ان کی مخالفت کرتا یا ان کی سرزمین سے باہر نکلتا کافر ہو جاتا۔

وہ گمان کرتے کہ علیؑ اور اصحاب پیغمبرؐ نے شرک کیا اور قرآن پر عمل نہیں کیا ہے جبکہ خود کو عامل قرآن سمجھتے، وہ اپنے مذہب کے اثبات کے لئے متشابہ آیات سے استدلال کرتے اور وہ آیات جو مشرکین کے بارے نازل ہوئیں انھیں مسلمانوں پر لاگو کرتے. بزرگ صحابہ نے انھیں مناظرے اور حق کی طرف پلٹنے کی دعوت دی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے مناظرہ کیا جس کے نتیجہ میں چار ہزار پلٹ گئے. ان تمام وحشت ناک افعال، کفر روشن اور مسلمانوں سے خروج کے باوجود علیؑ نے ان سے فرمایا: ''ہم تم سے جنگ میں آغاز نہیں کریں گے اور نہ ہی تمھیں مساجد خدا میں عبادت

۱۔ سنن ابن ماجہ، ح ۱۷۵.

کرنے سے روکیں گے اسی طرح جب تک ہمارے ساتھ رہو گے بیت المال سے تمھیں تمھارا حصہ بھی ملتا رہے گا"۔

لیکن خوارج نے کنارہ گیری اختیار کی اور مسلمانوں سے جنگ شروع کردی.علی رضی اللہ عنہ بھی ان کی طرف بڑھے اوران سے جنگ کی۔

انھوں نے مسلمانوں پر ایسے وحشتناک مظالم ڈھائے کہ جنکا بیان کرنا تفصیل کا طالب ہے.لیکن اتنے کچھ کے باوجود نہ تو صحابہ، نہ تابعین اور نہ ہی ائمہ دین نے ان کی تکفیر کا حکم دیا.اور نہ ہی علیؑ اور باقی اصحاب میں سے کسی نے یہ کہا کہ تم پر حجت تمام ہوگئی اور ہم نے حق کو تمھارے لئے آشکار کردیا۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں: "نہ علیؑ، نہ اصحاب میں سے کسی اور نہ ہی ائمہ دین نے انھیں کافر کہا". خدا تجھ پر رحم کرے، غور کر کہ اصحاب پیغمبر ﷺ کا طریقہ کار ان لوگوں کی تکفیر کے بارے میں کیا تھا جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے. جبکہ یہ صحابہ خود ان کے بارے رسول خدا ﷺ کی احادیث نقل کر رہے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: "خوارج کے بارے رسولخدا ﷺ کی روایات دس معتبر طریقوں سے نقل ہوئی ہیں". علماء کہتے ہیں کہ مسلم نے اپنی صحیح میں ان تمام روایات کی جمع آوری کی ہے۔

اصحاب رسولخدا ﷺ اور پیشوایان دین کی ہدایت کی طرف نگاہ کر، شاید خدا تجھے بھی مؤمنین کے طریقہ کی ہدایت کرے. اور تجھے اس مصیبت سے نجات دے جسے تو اب سنت سمجھ رہا ہے. جبکہ خدا کی قسم یہ خوارج کا راستہ ہے نہ کہ علیؑ اور ان کے دوستوں کا. خداوند متعال ہمیں بھی ان کی پیروی کی توفیق عطا کرے۔

ایک اشکال کا جواب اور غالیوں کی داستان

اگر تم اشکال کرو کہ خود علی رضی اللہ عنہ نے غالیوں کو مجتہد ہونے کے باوجود قتل بلکہ انھیں آگ میں جلا دیا، اسی طرح اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرتدوں (اہل ردّہ) سے جنگ کی پس ہمیں بھی یہ حق حاصل ہے۔

تو ہم جواب میں کہیں گے:

ہاں ایسے واقعات اتفاق پذیر ہوئے لیکن ان کا آپکے اعمال سے کوئی ربط نہیں. اس لئے کہ غالی حقیقت میں کفار و مشرکین کا ایک گروہ ہے جو لوگوں کو فریب دینے کیلئے اظہار اسلام کرتے ہیں تا کہ جب موقع ملے تو کھل کر کفر کا اعلان کر سکیں. اور ان کی داستان یوں ہے کہ جب حضرت علیؑ باب کندہ (۱) سے باہر آنے لگے تو یہ ان کے سامنے سجدے میں گر پڑے. فرمایا: یہ کیا کام ہے؟ کہنے لگے آپ خدا ہیں! فرمایا میں بندۂ خدا ہوں. پھر کہا: نہیں بلکہ آپ خدا ہیں! حضرت نے ان سے چاہا کہ توبہ کریں اور قتل کر دینے کی دھمکی بھی دی، لیکن انھوں نے انکار کر دیا. آنحضرتؑ نے حکم دیا کہ زمین میں گڑھے کھود کر ان میں آگ روشن کی جائے اور فرمایا اگر توبہ نہ کی تو تمھیں آگ میں پھینک دونگا لیکن پھر بھی انھوں نے قبول نہ کیا اور کہنے لگے آپ ہی خدا ہیں!

آنحضرتؑ نے ان کو آگ میں پھینک دیا، جب انھوں نے اپنے آپ کو جلتے دیکھا تو کہنے لگے اب تو تو نے ہمارے لئے ثابت کر دیا کہ تو ہی خدا ہے اس لئے کہ خدا کے علاوہ کوئی آگ کا عذاب نہیں دے سکتا۔

۱۔ بظاہر مسجد کوفہ کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام ہے. (م)

یہ ان کافروں کی داستان ہے جنھیں علیؑ نے جلایا اور علماء نے اسے ذکر کیا تم بھی اگر کسی ایسے شخص کو دیکھو جو کسی مخلوق کو خدا کہہ رہا ہو تو اسے جلا دو وگرنہ خدا سے ڈرو. اور حق کو باطل سے مخلوط نہ کرو اور نہ ہی اپنی ناقص آراء کے ذریعہ کافروں کو مسلمانوں کے ساتھ مقایسہ کرو۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرتد ہونے والوں کا بیان

البتہ ابو بکر اور صحابہ رضی اللہ عنھم کا مرتدوں سے جنگ کرنے کا مسئلہ جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے، بہت تفصیلی ہے. اتنا جان لیجئے کہ جب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو سوا مدینہ، مکہ، طائف اور جواثا۔ بحرین کا ایک قریہ۔ کے کوئی بھی اسلام پر باقی نہ رہا۔

مرتدین کے بارے روایات بہت طولانی ہیں کہ جن کیلئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے(۱). البتہ ہم ان میں سے بعض کو جسے علماء نے ذکر کیا ہے یہاں پر بیان کریں گے. تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ دلیل بھی تمھاری پہلی دلیل کی طرح ناقص اور نا تمام ہے. اور یہ روایات تمھارے کاموں کی توجیہ نہیں کرسکتیں۔

امام ابو سلیمان خطابی فرماتے ہیں: ''وہ مطالب جن پر توجہ دینا ضروری ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مرتدین کے چند گروہ تھے:

ایک گروہ اسلام سے پھر گیا اور جس طرح زمانہ کفر میں بتوں کی پوجا کرتے تھے دوبارہ اسی میں مشغول ہو گئے. دوسرا گروہ وہ قبیلہ بنو حنیفہ اور دوسرے چند قبیلوں پر مشتمل تھا جنھوں نے مسیلمہ کذاب کی نبوت کو قبول کیا اور اس کی پیروی کرنے لگے۔

تیسرا گروہ یمن میں تھا جنھوں نے اسود عنسی کی نبوت کو قبول کر کے اسکی پیروی شروع کردی. چوتھا گروہ وہ تھا جنھوں نے طلیحہ اسدی کی نبوت کو قبول کیا اور یہ قبیلہ

۱۔ مزید مطالعہ کیلئے فارسی کتاب ''جنگ ہای ارتداد و بحران جانشینی پیامبر'' تالیف علی غلامی دھقی، مطبوعہ موسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینی کی طرف رجوع فرمائیں (م)

غطفان، فزارہ اور ان کے قبائل کے لوگ تھے .اور پانچواں گروہ وہ تھا جنھوں نے سجاع کی نبوت کو قبول کرلیا۔

یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کردیا، نہ زکات دیتے، نہ نماز پڑھتے اور نہ ہی قوانین اسلام میں سے کسی کو قبول کرتے. پوری زمین پر سوا مدینہ، مکہ، طائف اور جواثا۔ جو کہ بحرین کا ایک گاؤں ہے۔ کے کوئی خدا کو سجدہ کرنے والا نہ تھا۔

یہ گروہ حقیقت میں باغیوں اور مشرکین کا تھا نہ کہ مرتد. البتہ چونکہ اس زمانے میں مرتدین میں شمار ہوتے لہذا مرتد معروف ہوگئے .اور یہ کہ ان کو مرتد کیوں کہا جاتا اس کی وجہ مسئلہ مرتدین کی اہمیت تھی چونکہ یہ اصطلاح مشہور ہو چکی تھی پس جو بھی انحراف کرتا اسے مرتد کہا جاتا. باغی کی اصطلاح علیؑ کے زمانہ میں تاریخ میں ثبت ہوئی اس لئے کہ اس زمانے میں یہ لوگ مشرکین سے کامل طور پر جدا ہو چکے تھے..بہرحال اس گروہ کے بارے صحابہ میں اختلاف نظر تھا اور عمر کو ان کے ساتھ جنگ کرنے میں شبہہ تھا.وہ جب ابوبکر سے بحث کر رہے تھے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا:''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ کفار سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیں .اور جو لا الہ الا اللہ پڑھ لے اس کا مال و جان محترم ہو جائے گا۔

امام ابوسلیمان خطابیؒ آگے بڑھتے ہوئے فرماتے ہیں: ہم نے کہا ہے کہ مرتدین کے چند گروہ تھے بعض دین سے پھر گئے اور لوگوں کو مسیلمہ (کذاب) کی طرف دعوت دیتے .اور بعض نے تمام قوانین اسلام کا انکار کردیا تھا صحابہ کرام نے ان کو کافر کہا.اسی طرح ابوبکر نے ان کی اولاد کو اسیر کرنے کا فتویٰ دیا اور اکثر صحابہ نے اس کی تصدیق کی.البتہ ابھی عصر صحابہ تمام نہ ہوا تھا کہ سب نے اس پر اتفاق کرلیا کہ مرتد کو اسیر نہ بنایا جائے۔

اور وہ گروہ جو اصل اسلام کو قبول کرتے اور زکات ادا نہ کرتے؛ وہ باغی اور سرکش تھے انھیں مشرک نہ کہا جاتا. یا یہ کہ وہ حقیقت میں کافر تھے اور ابتدا ہی سے اسلام نہ لائے تھے. اگر ان کو مرتد کہا گیا ہے تو اس وجہ سے کہ مرتدوں کے مانند بعض دینی حقوق-مانند زکات- کو ادا نہ کرتے۔

کلمۂ ارتداد ایسے شخص کے بارے میں استعمال کیا جاتا ہے جو کسی شے کو قبول کرنے کے بعد منصرف ہو جائے. چونکہ یہ افراد اطاعت سے منہ موڑ چکے تھے اور زکات ادا کرنے سے انکار کر دیا لہذا ان کی برائی کی وجہ سے ان کو یہ نام دیا گیا اس لئے کہ وہ حقیقی مرتدوں کا ساتھ دے رہے تھے۔

یہاں تک کہ ''امام خطابی'' فرماتے ہیں: ''اگر سوال ہو کہ اگر کوئی ہمارے زمانے میں زکات کا انکار کر دے تو کیا اس پر باغی کے احکام جاری ہوں گے؟'' تو ہم جواب میں کہیں گے: کہ نہیں بلکہ وہ کافر ہو جایئگا اس لئے کہ تمام مسلمان اسے واجب جانتے ہیں اور یہ مسئلہ اس قدر واضح اور روشن ہے کہ خاص و عام، عالم و جاہل ہر ایک اس سے آگاہ ہے. لہذا اس کا انکار کرنے والا معذور شمار نہیں ہوگا. بطور کلی وہ تمام مسائل جن پر امت کا اجماع ہے اور لوگوں کے لئے واضح و روشن ہوں ان کا حکم یہی ہوگا. مانند نماز پنجگانہ، ماہ مبارک کے روزے، غسل جنابت، حرمت سود و شراب اور محرم کے ساتھ ازدواج. ہاں البتہ ایسی صورت میں کہ جب انکار کرنے والا جاہل نیا مسلمان ہوا ہو اور قوانین اسلامی سے آشنائی نہ رکھتا ہو تو اسے کافر شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ مسلمان ہی ہوگا جیسا کہ صدر اسلام میں تھا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص ایسے مسائل کا انکار کرے کہ جن کا اجماعی ہونا فقط خواص کے درمیان معروف ہو اور عام لوگ اس سے آشنا نہ ہوں، تو ایسے شخص کو تکفیر نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے معذور سمجھا جایئگا اس لئے کہ یہ مسائل لوگوں میں منتشر نہیں ہوئے جیسے پھوپھی اور بھتیجی

یا خالہ اور بھانجی کے درمیان جمع کرنے کی حرمت، عمداً قتل کرنے والے کا مقتول کی وراثت سے محروم ہونا، اور دادا کا چھٹا حصہ میراث پانا''۔

صاحب کتاب ''المفہم'' نے بھی لکھا: ''ابو اسحاق کہتا ہے: جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس دنیا سے انتقال ہوا تو سوا تین مساجد: مسجد مدینہ، مسجد مکہ اور مسجد جواثا کے سارے عرب مرتد ہو گئے''۔

یہ وہ بعض مطالب تھے جنھیں علماء نے مرتدین کے بارے میں بیان فرمایا. اور ان کی تفصیل طولانی ہو جائے گی پس دوبارہ تاکید کر رہا ہوں کہ تم اور تمھارے بڑوں کو استنباط کا حق حاصل نہیں ہے اور قیاس مت کرو. کسی بھی شخص کے لئے ایسے افراد کی تقلید و پیروی کرنا صحیح نہیں. بلکہ اجماع امت کے مطابق غیر مجتہد کو مجتہد کی تقلید کرنا ہوگی۔

البتہ یقیناً تمھیں معلوم ہوگا کہ جس نے بھی ابو بکر کے زمانہ میں اس کی اطاعت سے سرپیچی کی اس نے مسلمانوں کے قطعی اجماع کی مخالفت کی، اس لئے کہ وہ اور ان کے ساتھی علماء اور حقیقی مسلمان تھے، وہ مہاجر اور انصار تھے خداوند متعال نے قرآن میں ان کی تعریف فرمائی ہے. امامت ابو بکر صحیح اور ان میں رہبری کی تمام شرائط موجود تھیں (۱)۔

اگر تمھارے پاس بھی ابو بکر اور ان کے ساتھی مہاجرین وانصار کے مانند کوئی ایسا شخص ہے کہ جس کی امامت پر امت کا اتفاق ہو تو پھر خود کو ان سے مقایسہ کرو، وگرنہ تمھیں

1۔ واضح ہے کہ یہ مطالب شیعوں کے ہاں قابل قبول نہیں. مزید مطالعہ کے لئے ''المراجعات'' تالیف مرحوم شرف الدین موسوی کی طرف رجوع فرمائیں۔ (م)

خدا کی قسم دیتا ہوں کہ خدا اور اسکی مخلوق سے شرم کرو اور اپنے مقام کو پہچانو. خدا رحمت فرمائے ایسے شخص پر جو اپنے مقام ومنزلت کو پہچانے اور اسی پر باقی رہے، مسلمانوں کو اپنے شر سے دور رکھے اور مومنین کے راہ وروش کی پیروی کرے!

خداوند متعال فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ (۱)

ترجمہ: اور جو شخص بھی ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسولؐ سے اختلاف کرے گا اور مومنین کے راستے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا اسے ہم ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھر گیا ہے اور جہنم میں جھونک دیں گے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

۱۔نساء:۱۱۵.

فرقۂ قدریہ کے بارے

خوارج کے بارے بیان کیا گیا کہ ان کے بارے روایت میں وارد ہوا کہ وہ اہل جہنم کے کتے ہیں اور اسلام کو پارہ پارہ کر دیں گے لیکن اس کے باوجود صحابہ نے انھیں تکفیر نہ کیا. اس لئے کہ بہت سے دینی مسائل میں اختلاف رکھنے کے باوجود بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے اور اعلانیہ طور پر کفر کا اظہار بھی نہ کرتے. جبکہ تم اب ایسے لوگوں کو تکفیر کر رہے ہو کہ جن میں خوارج کی ایک صفت بھی نہیں پائی جاتی۔

جن کو تم تکفیر کر رہے ہو اور ان کے مال و جان کو حلال قرار دے رہے ہو وہ وہی اہل سنت والجماعت ہیں جو نجات پانے والا فرقہ ہے (۱)، خداوند ہمیں ان سے قرار دے!

بہر حال خوارج کے بعد صحابہ کے آخری ایام میں فرقۂ قدریہ کی بدعتیں شروع ہوئیں. ان کے دو گروہ ہیں ایک وہ جنھوں نے بطور کلی تقدیر خدا کا انکار کر دیا اور کہنے لگے: خداوند متعال نے گناہوں کو انسان کی تقدیر میں نہیں رکھا. اور نہ ہی وہ اس پر قادر ہے اور اسی طرح سے خداوند متعال گمراہوں کو ہدایت بھی نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اس پر قادر ہے. ان کے نزدیک مسلمان وہ ہے جو خود کو مسلم قرار دے اور نماز پڑھتا ہو. دیگر عبادات و معاصی میں بھی اسی طرح کا عقیدہ رکھتے ہیں. وہ بندوں کو خود اپنے افعال کا خالق سمجھتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں خدا کے علاوہ مزید خالق بھی مانتے ہیں. ان کے نزدیک خداوند متعال نہ تو کسی کو ہدایت کر سکتا ہے اور نہ ہی گمراہ. اس کے علاوہ بھی کفر آمیز عقائد رکھتے ہیں. خداوند

---

(۱) البتہ شیعوں کے نزدیک نجات یافتہ فرقہ ''تشیع'' ہے۔ (م)

متعال اس گروہ کے عقیدہ سے کہ جو مجوسیوں کے عقائد سے شباہت رکھتا ہے بہت بلند تر ہے۔

دوسرا گروہ جو کہ پہلے گروہ کے مقابلہ میں ہے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند متعال نے لوگوں کو ان کے کاموں میں مجبور کر رکھا ہے اور لوگوں کے درمیان کفر و گناہ کا مسئلہ، خلقت میں جلد کے سفید و سیاہ رنگ ہونے کے مانند ہے کہ جس میں بندوں کا کوئی عمل دخل نہیں! ان کے عقیدہ کے مطابق تمام گناہوں کا تعلق ذات پروردگار سے ہے. ان افکار میں ان کا پیشوا شیطان ہے کہ جس نے کہا تھا: ﴿فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي﴾ (۱) ترجمہ: پس جس طرح تو نے مجھے گمراہ کیا ہے۔

اور اسی طرح ان کے پیشوا مشرکین ہیں، جنھوں نے کہا:

﴿لَوْ شَاءَ اللهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا﴾ (۲)

ترجمہ: اگر خدا چاہتا تو نہ ہم مشرک ہوتے، نہ ہمارے باپ دادا۔

قدریہ کا پہلا گروہ صحابہ مانند ابن عمر اور ابن عباس کے زمانے میں وجود میں آیا. اسی طرح بزرگ تابعین اس وقت باقید حیات تھے. صحابہ اور تابعین میں سے جو اس وقت موجود تھے قدریہ کا مقابلہ کیا چاروں طرف سے ان پر حملہ کر کے قرآن و سنت کے ذریعے ان کے باطل افکار کو آشکار کیا. اگر چہ یہ لوگ حقیقت میں کافر تھے لیکن صحابہ اور پیشوایان اسلام نے نہ تو ان کی تکفیر کا حکم دیا، نہ ان کا قتل واجب قرار دیا اور نہ ہی ان پر مرتدین کے

۱۔ اعراف: ۱۶.

۲۔ انعام: ۱۴۸.

احکام کو جاری کیا اور نہ ہی یہ کہا کہ ہماری مخالفت کی وجہ سے تم کافر ہو چکے ہو اس لئے کہ حق بات وہی ہوگی جو ہم کہیں گے اور جب ہم نے تم پر واضح کر دیا تو اب حجت تمام ہو چکی. یہ سب تم ہی کہتے ہو جبکہ صحابہ اور تابعین تو حق کے سوا کچھ نہ کہتے۔

حکام نے قدریہ کے پیشوا کو قتل کروا دیا. علماء نقل کرتے ہیں کہ اسے حد کے عنوان سے قتل کیا گیا اور اس کے بعد اُسے غسل دیا، نماز جنازہ پڑھی اور پھر دفن کر دیا گیا. یہ مطلب ابن تیمیہ کے اقوال میں ذکر کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

فرقۂ معتزلہ کے بارے

بدعت گذاروں کا تیسرا گروہ معتزلہ ہے کہ جو تابعین کے زمانہ میں وجود میں آیا اور یہ گروہ اپنے کفر آمیز رفتار و گفتار میں مشہور ہے جیسا کہ خلق اور گناہگاروں کے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہنے کے بارے انکا عقیدہ یا دیگر باطل عقائد کہ جو ان سے نقل ہوئے ہیں. بزرگ تابعین اوران کے بعد آنے والوں نے ان کا مقابلہ کیا اور قرآن وسنت اور اجماع کے ذریعہ سے ان کے باطل عقائد کو روشن کیا مختصر یہ کہ بہترین انداز میں ان سے بحثیں کیں. لیکن وہ لوگ جماعت سے جدا ہو کر اپنے بے اساس عقائد پر ڈٹے رہے. اور دوسرے لوگوں کو بھی ان عقائد کی دعوت دیتے. علماء نے انھیں بدعت گذار کا لقب دیا اور ان کی گمراہی کے خلاف فریاد بلند کی لیکن نہ تو ان کی تکفیر کی اور نہ ہی احکام مرتدین کو ان پر جاری کیا. بلکہ اسلام، ارث، شادی، ان پر نماز میت اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کو جاری کیا۔

علمائے اہل سنت نے ان سے یہ نہیں کہا کہ ہمارے بیانات کے ذریعہ سے تم پر حجت تمام ہو چکی ہے. چونکہ ہم ہی حق بات کہتے ہیں اور تم نے ہماری مخالفت کی لہذا کافر ہو چکے ہو تمہارا مال و جان حلال اور تمھاری سرزمین، سرزمین جنگ قرار دے دی گئی ہے۔

اب یہ سب تمھارا مذہب بن چکا ہے کیا بزرگ پیشوایان اسلام کی سیرت تمھارے لئے عبرت نہیں بن سکتی کہ باطل سے دست بردار ہو کر حق کی طرف پلٹ آؤ؟!

فرقۂ مرجئہ کے بارے

معتزلہ کے بعد مرجئہ وجود میں آئے جو یہ کہتے کہ ایمان فقط عقیدہ رکھنا ہے اور عمل کا اس سے کوئی تعلق نہیں. ان کے نزدیک اگر کوئی شخص شہادتین پڑھ لیتا تو مؤمن کامل بن جاتا، چاہے پوری زندگی میں ایک رکعت نماز نہ پڑھی ہو، روزہ نہ رکھا ہو، زکات نہ دی ہو بلکہ نیکی کا کوئی کام انجام نہ دیا ہو!

ان کے نزدیک شہادتین پڑھنے والے کا ایمان اسی طرح کامل ہے جس طرح جبرائیل، میکائیل اور انبیاء علیہم السلام کا. اسی طرح کے اور بھی خرافات دین میں شامل کر دیئے۔

علمائے اسلام نے انھیں بدعت گذار اور گمراہ کہا قرآن وسنت اور اجماع کے ذریعہ حق کو ان کے لئے واضح کیا لیکن پھر بھی انھوں نے گمراہی پر اصرار، اہل سنت سے دشمنی اور قرآن وسنت میں سے متشابہ مطالب کی پیروی کو ترک نہ کیا؛ ان سب کچھ کے باوجود اہل سنت نے انھیں تکفیر نہ کیا اور وہ اسلوب جو تم نے اپنے مخالفوں سے اپنا رکھا ہے اُسے نہ اپنایا، ان کی سرزمین کو سرزمین جنگ قرار نہ دیا بلکہ انھیں برادر ایمانی اور بدعت گذار کے طور پر قبول کیا اہل سنت نے ان سے یہ نہیں کہا کہ تم خدا اور اُس کے رسول کے منکر ہو گئے ہو اس لئے کہ ہم نے تمھارے لئے حق کو بیان کر دیا. اور چونکہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مانند ہیں لذا ہماری پیروی تم پر واجب ہے اور جو بھی ہمیں خطا کار سمجھے گا وہ خدا اور رسول کا دشمن بن جائے گا! البتہ تم یہ کہتے ہو!

﴿انا للہ و انا الیہ راجعون﴾.

فرقہ جہمیہ کے بارے

مرجئہ کے بعد فرعون صفت جہمیہ وجود میں آئے جنکا عقیدہ یہ تھا کہ: ’’خدا نہ تو عرش پر ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور نہ ہی زمین میں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر نہیں گئے‘‘ وہ ان تمام صفات خدا کا انکار کرتے جنھیں خود خداوند متعال نے قرآن مجید میں ذکر کیا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا اور تمام صحابہ اور تابعین کا ان پر اتفاق نظر ہے. وہ روز قیامت رؤیت خدا کے منکر تھے اور جو بھی خدا کو ان صفات سے توصیف کرتا جو خود خدا یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیں تو ان کے ہاں کافر شمار ہوتا. اسی طرح کے دیگر عقائد کو بیان کرتے کہ جو نہایت کفر ہیں. یہاں تک کہ علماء انھیں فرعونیہ کہنے لگے تا کہ خدا کے انکار واقعی کی وجہ سے انھیں فرعون سے تشبیہ دے سکیں۔

ان کے اعمال کی وجہ سے رہبران دین نے ان کو بدعت گذار، فاسق اور پہلے والوں سے کافر تر اور مسائل شریعت میں لاابالی تر قرار دیا. ان کی بدعتوں اور گمراہی کو بیان کیا اور کہا کہ انھوں نے عقل کو دینی مسائل پر ترجیح دی ہے. حتیٰ بعض بزرگ علمائے جہمیہ مانند جعد بن درہم اور جہم بن صفوان کہ جو لوگوں کو اس مذہب کی دعوت دیتے، کو قتل کر دینے کا حکم صادر کیا. البتہ ان کے قتل کے بعد انھیں غسل دیا اور ان پر نماز جنازہ پڑھنے کے بعد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا جیسا کہ ابن تیمیہ نے بھی اسے ذکر کیا لیکن ان پر احکام مرتدین کو جاری نہ کیا جبکہ تم ان لوگوں پر مرتدین کے احکام کو جاری کرتے ہو کہ جن کے عقائد و اعمال جہمیہ کے اعمال کا دسواں حصہ بھی نہیں بلکہ خدا کی قسم! تم تو فقط اپنی خواہشات کے مخالف ہونے کی وجہ سے انھیں تکفیر کرتے ہو۔

میں نے یہاں پہ رافضیوں (۱) کے بارے ذکر نہیں کیا اس لئے کہ ان کے غلط اعمال ہر خاص وعام کیلئے واضح ہیں (جنھیں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں)!!

جن فرقوں کو ہم نے ذکر کیا انھیں میں سے وہ تہتر فرقے وجود میں آئیں گے جنھیں پیغمبر ﷺ نے اس حدیث: ''میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی''، میں ذکر فرمایا ہے۔اور تہترواں فرقہ اہل نجات ہوگا اور وہ اہل سنت والجماعت ہیں کہ جو اصحاب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے لیکر قیامت تک حق پر باقی رہیں گے خداوند متعال اپنی قدرت سے ہمیں ان کی پیروی نصیب فرمائے۔

فرقوں کے متعلق جتنے بھی مطالب ذکر کئے ہیں یہ سارے، علماء خصوصاً ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کتب سے نقل کئے گئے ہیں۔

۱۔ مؤلف کی مراد شیعہ ہیں البتہ علمائے تشیع نے اپنے مخالفین کے اشکالات کے روشن اور مدلل جواب دیئے ہیں لہذا ان کی کتب عقائد کی طرف رجوع فرمائیں۔

علماء کے بیانات

میں یہاں پہ علمائے سلف کے اقوال کو ذکر کرنا چاہوں گا کہ جنھوں نے گذشتہ گمراہ فرقوں کو (ان کی گمراہی کے باوجود) تکفیر نہ کیا۔

ابن تیمیہ اپنی کتاب ''ایمان'' میں لکھتے ہیں: ''امام احمد بن حنبل نے خوارج، مرجئہ اور قدریہ کو تکفیر نہیں کیا. جو چیز ان سے یا ان کے ہم مرتبہ افراد سے نقل ہوئی ہے وہ یہ کہ انھوں نے فقط جہمیہ کو تکفیر کیا. البتہ یہ بات بھی درست نہیں ہے اس لئے کہ امام احمد نے بزرگان جہمیہ کو تکفیر نہیں کیا اور نہ یہ کہا کہ جو بھی کہے میں جہمی ہوں، کافر ہے بلکہ وہ ان کے پیچھے نماز بھی پڑھتے! جبکہ وہ ایسے افراد تھے جو لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دیتے اور ان کا امتحان لیتے جو انکی مخالفت کرتا اسے سخت شکنجے دیتے. اس کے باوجود احمد اور دوسرے بزرگان نے انھیں تکفیر نہ کیا. امام احمد ان کے ایمان کے قائل تھے اور ان کے لئے دعا کرتے، نماز میں ان کی اقتداء اور حج و جہاد میں ان کی ہمراہی کو درست قرار دیتے اور لوگوں کو ان سے جنگ کرنے سے باز رہنے کا حکم دیتے مختصر یہ کہ باقی دینی رہبروں کے پیروی کرنے والوں کے مانند ان سے سلوک کرتے۔ البتہ ان کے کفر آمیز عقائد- کہ جن کو وہ خود کفر نہ سمجھتے- کو رد کرتے اور اپنی استعداد کے مطابق ان سے جہاد بھی کرتے۔

اور پھر ابن تیمیہ کہتے ہیں: ''بدعت گذاروں نے دین اسلام کی بنیاد ایسے مقدمات پر رکھی ہے جنھیں وہ درست خیال کرتے ہیں جبکہ گمراہ کنندہ ہیں۔ وہ مقدمات الفاظ اور ان سے استفادہ کی کیفیت یا عقلی بحثوں پر مشتمل ہیں یہ لوگ کلام خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اصلاً غور نہیں کرتے۔ امام احمد بن حنبل ان لوگوں پر اعتراض کیا کرتے جو قرآن کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ اور تابعین کے بیانات پر توجہ کیے بغیر سمجھنا چاہتے البتہ تمام

پیشوایان اسلام کا طریقہ یہی ہے کہ جب کوئی معتبر روایت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتی تو پھر کسی اور چیز پر توجہ نہ کیا کرتے اور اسی طرح ابن تیمیہ نے کہا ہے: ''جو لوگ میرے پاس اٹھتے بیٹھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ میں کتنی سختی سے ان لوگوں کو نہی کرتا ہوں جو کسی خاص گروہ کو تکفیر یا تفسیق کرتے ہیں مگر ایسی صورت میں کہ جب ان پر قطعی طور پر شرعی حجت قائم ہو چکی ہو کہ جسکی مخالفت کرنے والا شرعاً کافر یا فاسق اور گنہگار شمار ہو۔ میں واضح طور پر اعلان کررہا ہوں کہ خداوند متعال نے اس امت کے اشتباہات کو بخش دیا ہے اور یہ نقلی اور علمی واجتھادی تمام اشتباہات کو شامل ہے۔ سلف ہمیشہ ان مسائل میں درگیر رہتے لیکن کسی نے دوسرے کو کفر، فسق یا گناہ گار سے متہم نہ کیا مثلاً جب شریح نے ﴿بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ﴾ کی قرائت کا انکار کرنا چاہا تو کہا: خداوند متعال تعجب نہیں کرتا'' یہاں تک کہ کہا: گذشتگان کا اختلاف آپس میں جنگ کا سبب بنا لیکن اہل سنت دونوں گروہ کو مومن سمجھتے ہیں اور معتقد ہیں کہ ان کی آپس کی جنگیں انکی عدالت کو نقصان نہیں پہنچاتیں اس لئے کہ اگرچہ فرد جنگجو باغی اور سرکش ہے لیکن (سمجھنے میں اشتباہ) ان کو فاسق ہونے سے بچالیتا ہے۔ ہم معتقد ہیں کہ انہوں نے مطالب کو سمجھنے میں خطا کی۔ اور میں نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے کہا ہے کہ یہ جو بزرگان سلف سے نقل ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی بات کرے تو اُسے کافر سمجھا جائے گا۔ یہ صحیح ہے، البتہ انہوں نے بطور کلی تکفیر کو بیان کیا، نہ کہ کسی خاص فرد یا گروہ کی طرف اشارہ کرکے اُسے تکفیر کیا ہے۔

سب سے پہلا اہم مسئلہ جس میں امت اسلامی کے درمیان اختلاف واقع ہوا وہ پروردگار عالم کے گناہ گاروں اور مجرموں سے کئے گئے وعدے ہیں۔ لیکن جب ہم قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ قرآن نے اس بارے میں کسی خاص فرد کی

طرف اشارہ کیے بغیر بطور کلی گفتگو فرمائی ہے۔ مانند فرمانِ خداوند متعال:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا......﴾(۱)

ترجمہ: جو لوگ ظالمانہ انداز سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں۔

اور اسی طرح روایات بھی اسی مطلب کو بیان کر رہی ہیں کہ مثلاً جو بھی فلاں عمل انجام دے گا اس کا حکم یہ ہے۔ جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ یہ روایات بطور مطلق اور خاص افراد کی طرف اشارہ کیے بغیر وارد ہوئی ہیں اسی طرح علمائے سلف بھی بطور کلی فرماتے ''کہ جو شخص اس طرح کہے کافر ہو جائے گا''۔

ابن تیمیہ یہاں تک پہنچ کر کہتے ہیں: ''تکفیر بھی انہی وعدوں میں سے ایک ہے جنھیں شریعت نے افراد کے جرم کے مقابلہ میں تعیین کیا ہے [اور اسے بطور کلی بیان ہونا چاہیے] اگرچہ کوئی شخص ایسا مطلب کہہ بیٹھے کہ جس سے فرامین رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تکذیب ہوتی ہو لیکن ممکن ہے وہ شخص نیا مسلمان ہوا ہو یا دور دراز بیابانوں میں پرورش پائی ہو، ممکن ہے اُس نے یہ روایات سنی ہی نہ ہوں یا یہ کہ سنی تو ہوں لیکن اس کے نزدیک ثابت نہ ہوئی ہوں یا اشتباہاً اُسے ان کے مقابلہ میں کوئی دوسری ایسی روایت مل گئی ہو جو ان روایات کی تاویل کا سبب بنی ہو۔

صحیحین کی وہ روایت ہمیشہ میرے ذہن میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر والوں سے کہا: '' جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا،......''

۱۔ نساء: ۱۰

یہ شخص خداوند متعال کی قدرت میں شک کرتا تھا کہ خاک بن جانے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ ہوگا بلکہ معتقد تھا کہ دوبارہ زندہ نہیں ہوگا، البتہ فقہاء جن سے اشتباہ ہوگیا وہ، وہ لوگ تھے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی میں حریص تھے پس وہ اس شخص سے بڑھکر بخشش کے سزاوار ہیں"۔

وہ حقیقی سنت کا اظہار اور جھمیہ کی بدعتوں اور خرافات کا انکار کر کے اطاعت خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حقوق مومنین ۔ چاہے پیشوا ہوں یا ان کے پیروکار۔ کی بھی رعایت کرتے اگرچہ وہ مومن نادانستہ طور پر بدعت گذار اور فاسق بن چکے تھے!۔

خواہشات نفس اور ذھنی جھکاؤ سے قطع نظر ہو کر شیخ کی عبارت میں دقت کرو!

اسی طرح ابن تیمیہ کہتے ہیں: "جو شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے لائے ہوئے (احکامات) پر دل سے ایمان رکھتا ہو، لیکن بعض بدعتوں کے قبول کرنے میں اشتباہ کر بیٹھا ہو اور اگرچہ لوگوں کو ان کی طرف دعوت بھی دیتا ہو تو ایسا شخص کسی لحاظ سے بھی کافر نہ ہوگا۔

جبکہ خوارج بدعت گذاری، قتل (مسلمین) اور لوگوں کی تکفیر میں سب سے سبقت لے چکے تھے لیکن اس کے باوجود صحابہ میں سے کسی ایک نہ تو علیؑ اور نہ ہی کسی اور نے ان کو تکفیر کیا، بلکہ ان کے ساتھ وہی رویہ اپناتے جو دوسرے گناہ گار و سرکش مسلمانوں کے ساتھ اپناتے، جیسا کہ اپنے مقام پر ذکر ہو چکا ہے۔

اسی طرح تمام بہتر فرقوں کے بارے یہی کہا جائے کہ جو بھی ان میں سے منافق ہے وہ حقیقت میں کافر ہے لیکن بظاہر اس پر احکام اسلام کو جاری کیا جائے گا اور جو بھی دل میں خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے فی الواقع کافر نہیں ہے اگرچہ

بدعت کے انجام دینے میں اس نے اشتباہ کیا ہے اوران اشتباہات میں کوئی فرق نہیں۔

ان فرقوں میں سے بعض میں کچھ مقدار نفاق موجود ہے لیکن وہ اس قدر نہیں کہ ان کے جہنمی ہونے کا باعث بن سکے۔ جو بھی یہ ادعا کرے کہ تمام بہتر فرقے کافراور دین سے خارج ہیں تو اس نے قرآن، سنت، اجماع صحابہ، اجماع ائمہ اربعہ (ابوحنفیہ، مالک، شافعی، اوراحمد بن حنبل) اور بقیہ پیشواؤں کی مخالفت کی ہے، اس لئے کہ ان میں سے کسی نے ان بہتر فرقوں میں سے کسی ایک فرقہ کو تکفیر نہیں کیا"۔

شیخ کے کلام میں خوب دقت کرواور دیکھو کہ اس قدر کفر کے باوجود جسے ہم نے ذکر کیا، اس نے صحابہ اور دیگر بزرگان اہل سنت سے نقل کیا ہے کہ تکفیر نہ کرنے پر اجماع موجود ہے۔

شاید ان مطالب میں دقت کرنے سے تم اور تمھارے ہم فکر افراد اس گڑھے سے نکل آؤ کہ جس میں گر چکے ہو۔ وہ فرقے جو اصل اسلام کو تو قبول کرتے ہیں لیکن بعض اصول دین میں اختلاف رکھتے ہیں۔ مانند خوارج، معتزلہ، قدریہ، روافض، جھمیہ، غلات اور مرجئہ کے بارے ابن قیم کہتا ہے: ان کے چند گروہ ہیں:

پہلا گروہ: یہ وہ لوگ ہیں جو جہالت اور دوسروں کی پیروی کی وجہ سے انحراف کا شکار ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ نہ تو کافر شمار ہوتے ہیں اور نہ ہی فاسق اور اسی طرح عدالت میں ان کی گواہی کو رد نہ کیا جائے۔ البتہ یہ ایسی صورت میں ہے کہ جب وہ علم وہدایت تک پہنچنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں۔ خلاصہ یہ کہ ایسے افراد کا حکم مستضعف مرد، عورتوں اور بچوں والا ہے۔

دوسرا گروہ: یہ وہ افراد ہیں جو تحقیق کے ذریعہ سے حق تک پہنچنے کی استعداد تو رکھتے

ہیں لیکن دنیا کی مصروفیات اور دنیاوی مقامات ولذات کو حاصل کرنے کی خاطر انحراف پر باقی رہتے ہیں۔ایسے افراد مقصر، گناہ گار اور سزاوار تنبیہ ہیں۔

اسلئے کہ انہوں نے قدرت رکھنے کے باوجود تقوائے الٰہی کو ترک کر دیا جس کو خداوند متعال نے ان پر واجب قرار دیا تھا۔

ایسے افراد کا حکم یہ ہے کہ اگر ان کے بدعات وانحرافات، انکے افکار واعمال اسلام سے بیشتر ہوں تو ان کی شہادت قبول نہ ہوگی اور وہ فاسق ہیں اور اگر ان کے بیشتر اعمال و افکار سنت اور اسلام کے مطابق ہوں اور انحرافات کم تو ایسی صورت میں ان کی شہادت قبول ہوگی اور وہ دیگر مسلمانوں کی مانند شمار ہوں گے۔

تیسرا گروہ: یہ وہ افراد ہیں جو تحقیق کے ذریعہ سے حق کو تو پالیتے ہیں لیکن تعصب یا اہل حق سے دشمنی کی وجہ سے اسے قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔

کمترین حکم جو ان کے بارے لگایا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ایسے افراد فاسق ہیں لیکن ان کی تکفیر کے بارے فقہاء کا اختلاف ہے اور مسلمہ امور میں سے نہیں ہے۔

ان کے کلام میں خوب دقت کر، اس نے یہ مطلب اپنی کئی ایک کتب میں بیان کیا ہے اور کہا ہے: کہ پیشوایان دین اور اہل سنت انہیں تکفیر نہیں کرتے، جبکہ وہ ان کے اعمال کو شرک اور کفر اکبر سے تعبیر کر رہا۔اور اپنی بہت سی کتب میں ان کے قبیح اعمال کو بیان کیا ہے۔

اپنے مدعا کی تصدیق کے لئے یہاں پہ ابن قیم کے بعض اقوال کو نقل کرنا چاہوں گا وہ۔خدا کی رحمت ہو اس پر۔کتاب "مدارج" میں لکھتا ہے:

"جو لوگ اس جہان کے خالق پر عقیدہ رکھتے ہیں ان کے دو گروہ ہیں:

پہلا گروہ: یہ وہ افراد ہیں جو ربوبیت اور الوہیت میں خدا کا شریک قرار دیتے ہیں

مانند: زرتشت اور قدریہ کہ جو خدا کے علاوہ معبودوں پر عقیدہ رکھتے ہیں۔

قدریہ جو کہ زرتشت صفت ہیں افعال میں خدا کے علاوہ دیگر خالقوں کو بھی مانتے ہیں ان کے نزدیک ان کے اعمال مخلوق خدا نہیں ہیں اور نہ ہی خدا اس پر قادر ہے بلکہ یہ افعال قدرت وارادۂ الٰھی کے بغیر انجام پاتے ہیں، مختصر یہ کہ ان کے نزدیک موجودات کے افعال کا مالک و خالق خدا نہیں ہے"۔

اس نے اپنی دیگر کتب میں بھی قدریہ کو اسی طرح کے شرک سے متصف کیا ہے اور وہ معتقد ہے کہ قدریہ، زرتشتیوں کے مانند کائنات کے لئے دو خالق ہونے پر عقیدہ رکھتے ہیں۔

لیکن اسکے باوجود جب ان کی تکفیر کے بارے گفتگو کی تو اپنے استاد ابن تیمیہ کے مانند تمام اہل سنت سے نقل کیا ہے کہ وہ انہیں تکفیر نہیں کرتے، ہاں البتہ حق کو پہچاننے کے بعد ضد پر باقی رہیں تو ایسی صورت میں ان کے کافر ہونے کے بارے بحث کی جائے گی جیسا کہ بیان ہو چکا۔ اسی طرح جھمیہ کو برا بھلا کہا ہے اور ان کے شرک کو مانند شرک فرعون قرار دیا ہے اور فرمایا کہ وہ تعطیل (صفات خدا) کے قائل ہیں انکا شرک، مشرکوں کے شرک سے بھی بدتر ہے۔ کتاب "نونیہ" اور دیگر کتب مانند "صواعق" میں انکی مثال ذکر کی ہے۔

اس نے معتزلہ کو بھی بدترین صفات سے متصف کیا ہے اور اس بات کی قسم کھائی ہے کہ وہ اور ان کے بدعت گذار پیروکاروں کے عقائد دل میں ذرہ برابر ایمان باقی نہیں رہنے دیتے! اس کے باوجود جب کتاب "نونیہ" میں ان کی تکفیر کے بارے گفتگو کی ہے تو بطور کلی انہیں کافر قرار نہیں دیا بلکہ تفصیل بیان کی ہے۔

وہ ایک دوسرے مقام پر قسم کھاتے ہوئے کہ ان کے عقائد دل میں ذرہ برابر ایمان

باقی نہیں رہنے دیتے، ان بدعت گذاروں کو اہل سنت کی طرف سے خطاب کرتے ہیں کہ تم جاہل و نادان نہ تو ہمارے نزدیک کافر شمار ہوتے ہو اور نہ ہی مومن۔ انشاء اللہ اس مطلب کو ابن تیمیہ کے اقوال کے ذریعہ سے مکمل کیا جائے گا جس میں اس نے عدم تکفیر پر گذشتگان کے اجماع کو نقل کیا ہے وہ معتقد ہے کہ (مسلمانوں کو) تکفیر خوارج، معتزلہ اور رافضہ (1) (شیعہ) کا کام ہے جو سب بدعت گذار ہیں۔

ابن تیمیہ۔ خدا کی رحمت ہو اس پر۔ کتاب ''فرقان'' میں لکھتا ہے: ''معتزلہ اور دیگر باطل فرقوں۔ جو کہ اپنے کو مسلمان تصور کرتے۔ کے علمائے علم کلام نے صابئین اور مشرکین کے (عقائد) کے بارے بحثیں کیں کہ جو ابتداء ہی سے ہدایت الٰہی کے منکر تھے وہ ہدایت جس کے بیان کرنے کے لئے خداوند متعال نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ البتہ ان بحثوں کا مقصد یہ تھا کہ ان کے راہ و روش سے استفادہ کر سکیں جبکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امر کی خبر دے چکے تھے جیسا کہ صحیح روایت میں بیان ہوا ہے: ''تم انہی سابقہ لوگوں کے راہ کی پیروی کرنے لگو گے'' یہاں تک کہ لکھتا ہے: ''البتہ متکلمین کا یہ گروہ بیشتر حق کا متلاشی تھا اور وہ ادلہ کی پیروی کرتے اس لئے کہ ان کے دل نور قرآن و اسلام سے منور ہو چکے تھے لیکن اس کے باوجود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے مطالب میں سے کئی ایک میں گمراہ ہو کر مذکورہ گروہ کی ہمراہی کرنے لگے

۱۔ شیعہ عقائد کے مطابق تمام اسلامی فرقے مسلمان ہیں لہذا یہ ان پر ناروا تہمت شمار ہوگی۔

مثلاً معتقد ہو گئے کہ خداوند متعال اصلاً کلام نہیں کرتا اور اسی طرح علم وقدرت بلکہ تمام صفات کی نفی کرتے۔ یہاں تک کہ لکھتا ہے: ''لیکن انہوں نے دیکھا کہ تمام انبیاء خدا کو متکلم جانتے ہیں اور اسی طرح قرآن کریم نے بھی خداوند متعال کے لئے کلام کو ثابت کیا ہے تو بسا اوقات یوں کہتے: ''خدا مجازاً متکلم ہے نہ کہ حقیقتاً'' البتہ یہ بھی ابتدائی مراحل میں کہتے کہ جب تک ضد وانکار کی وادی میں داخل نہ ہوئے تھے اسی طرح لکھتا ہے کہ: ''یہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو قرآن کو مخلوق سمجھتے ہیں'' اور پھر کہا: ''اس گروہ نے خداوند متعال کے متکلم ہونے کا انکار کیا جبکہ قرآن نے اسے ذکر کیا انبیاء (علیہم السلام) نے اپنی اپنی اقوام سے بیان فرمایا اور فطرت سلیم بھی اسی سے مطابقت رکھتی ہے''۔

اسی طرح ابن تیمیہ کہتے ہیں: ''یہ وہی گروہ ہے جو صابئین کی پیروی کرنے لگا اور پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیروکار مومنین اور ان کے درمیان اختلاف برپا ہو گیا کیونکہ وہ انبیاء (علیہم السلام) کے لائے ہوئے بعض مطالب اور اسی طرح بعض قرآنی مطالب کے منکر ہو چکے تھے جبکہ مومنین خداوند متعال کے نازل کردہ تمام مطالب پر ایمان رکھتے اور اس سے بھی آگاہ تھے کہ ان کے عقائد یہود ونصاری کے عقائد سے بھی بدتر ہیں یہاں تک کہ عبداللہ بن مبارک فرماتے: ''ہم یہود ونصاری کے عقائد کو تو نقل کریں گے لیکن جہمیہ کے عقائد کو نقل نہیں کریں گے''۔

دوسری صدی ہجری مامون کے دور خلافت میں ان منحرف اور مشرکین وصابئین کے پیروکار افراد کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی اور صابئین ومنجمین کے علوم معاشرے پر چھا چکے تھے جس کے نتیجہ میں دانشمندوں اور حکام، امراء ووزراء، فقہاء وقضات نے ان کے عقائد کو قبول کیا اور مومن ومسلمان مرد وعورتوں کو ان کے افکار کے قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا اور

ان عقائد کے ذریعہ سے لوگوں کا امتحان لیا جاتا''۔

ان اقوال میں خوب غور وفکر کریں اور دیکھیں کہ کس طرح انہیں کفر وشرک عظیم اور بعض قرآنی مطالب کے انکار سے متصف کیا ہے اور اسی طرح انہیں عقل ونقل، فطرت اور انبیاء (علیھم السلام) کا مخالف اور حق سے دشمنی رکھنے والا قرار دیا ہے اس حد تک کہ فقھاء نے ان کے عقائد کو یہود ونصاری کے عقائد سے بھی بدتر قرار دیا۔

ان اقوال میں ابن تیمیہ کی مراد معتزلہ، قدریہ، جھمیہ اور تمام بدعت گذار ومنحرف افراد ہیں جنھوں نے ان کے راہ کو اپنایا۔ اور اسی طرح خلفاء سے مراد مامون، معتصم اور واثق ہیں کہ جنھوں نے خود، ان کے وزراء، قضات اور علماء نے امام احمد بن حنبل۔ خدا کی رحمت ہو ان پر۔ کو تازیانے مارے ان کو زندان میں رکھا اور احمد بن نصر خزاعی اور دیگر افراد کو قتل کروایا نیز مومنین کو اپنے عقائد قبول کروانے کی خاطر اذیتیں کرتے۔

ابن تیمیہ کے مطابق امام احمد اور باقی تمام بزرگان سلف ان لوگوں کو تکفیر کرنے کے لئے حاضر نہ ہوئے، امام احمد ان کے پیچھے نماز پڑھتے، ان کے لئے طلب مغفرت کرتے، نماز میں ان کی اقتداء کو جائز اور ان سے جنگ کرنے کو حرام قرار دیا۔ البتہ امام احمد ان کے کفر آمیز عقائد کو رد کرتے جیسا کہ ابن تیمیہ کے اقوال میں بیان ہو چکا۔

تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ خوب غور وفکر کریں وہ کہاں اور تمھارے عقائد کہاں جو اپنے مخالفین کو کافر اور اس سے بڑھکر یہ کہ جو انہیں کافر نہ سمجھے وہ بھی تمھارے نزدیک کافر ہے؟

تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ دوسروں پر ظلم کرنے سے دست بردار ہو جاؤ، باطل عقائد کو مت بیان کرو، سلف صالح کی پیروی کرو، اہل بدعت سے دوری اختیار کرو اور ان لوگوں کے مانند مت بنو جن کے برے اعمال انہیں مزین دکھائی دینے لگے!

بدترین بدعت مسلمانوں کو تکفیر کرنا ہے

ابن تیمیہ۔خدا کی رحمت ہو اس پر۔ کہتے ہیں: ''بدترین بدعت یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ دوسرے گروہ کو تکفیر کرے اور ان کے مال و جان کو مباح قرار دے، یہ عمل دو دلیلوں کی بناء پر گناہ عظیم ہے۔

پہلی دلیل: ممکن ہے تکفیر شدہ گروہ کی بدعت، تکفیر کرنے والے گروہ سے بڑھ کر نہ ہو بلکہ بعض اوقات تو تکفیر کرنے والوں کی بدعت تکفیر ہونے والوں کی بدعت سے بڑھ کر ہوتی ہے اور کبھی کبھار دونوں بدعت گذاری میں مساوی ہوتے ہیں۔

عام طور پر اہل بدعت کی صورت حال یہی ہے کہ جو ہمیشہ ایک دوسرے کی تکفیر کے درپے رہتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے خداوند متعال فرماتا ہے:

﴿ان الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا لست منهم في شيء﴾ (۱)

ترجمہ: جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

دوسری دلیل: فرض کریں ایک گروہ کامل طور پر سنت پر عمل پیرا ہے اور ان کے اندر کسی قسم کی کوئی بدعت بھی نہیں لیکن پھر بھی اسے یہ حق حاصل نہیں کہ کسی دوسرے گروہ کو اس کے عقیدہ میں اشتباہ کی وجہ سے تکفیر کرے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

۱۔ انعام:۱۵۹.

﴿ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا﴾ (۱)

ترجمہ: پرودگار! ہم جو کچھ بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے اس کا ہم سے مؤاخذہ نہ کرنا۔

معتبر روایت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوا ہے کہ خداوند متعال نے (اس دعا کے جواب میں) فرمایا: میں نے قبول کیا۔

﴿و لیس علیکم جناح فیما اخطاتم به و لکن ما تعمدت قلوبکم﴾ (۲)

ترجمہ: تم اس بات کے ضرور ذمہ دار ہو جو تمھارے دلوں نے قصداً انجام دی ہے۔

معتبر روایت میں ابن ماجہ اور دیگر محدثین نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ: ''خداوند متعال نے میری امت کی خطاؤں، بھول چوک اور ان موارد کو معاف کر دیا ہے جن میں وہ مجبور ہوں''۔

صحابہ، تابعین اور باقی علمائے اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص اشتباہاً غلط عقائد رکھتا ہے تو وہ کافر شمار نہ ہوگا اگر چہ اسکا عقیدہ سنت کے بالکل مخالف ہی کیوں نہ ہو البتہ تکفیر کے بارے لوگوں کا بہت زیادہ اختلاف ہے جسے دوسرے مقام پر ذکر کر چکا ہوں''۔

اور پھر ابن تیمیہ کہتے ہیں: ''خوارج میں دو ایسی صفتیں موجود تھیں جنکی وجہ سے وہ مسلمانوں سے جدا ہو گئے''۔

۱۔ بقرہ: ۲۸۶.

۲۔ احزاب: ۵.

پہلی صفت: سنت سے جدائی (اور اپنی مرضی سے) اچھے کو برا اور برے کو اچھا قرار دیتے۔

دوسری صفت: لوگوں کو ان کے گناہوں اور اعمال بد کی وجہ سے تکفیر کرتے اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے مال و جان کو مباح سمجھتے، انکی سرزمین کو سرزمین جنگ اور اپنی سرزمین کو سرزمین اسلام و ایمان قرار دیتے۔ اور یہی عقیدہ تمام شیعہ، معتزلہ، جھمیہ اور غالیوں کے ایک گروہ کا ہے جو اپنے کو اہل حدیث سے منسوب کرتے ہیں۔ لہذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ان دو اصل اور ان کے نتائج یعنی مسلمانوں سے دشمنی، انہیں برا بھلا کہنے، ان پر لعنت کرنے اور ان کے مال و جان کو حلال قرار دینے سے پرہیز کرے۔

تمام تر بدعتوں کی بنیاد یہی دو اصل ہیں، پہلی اصل۔ سنت سے خروج۔ کی دلیل ان امور میں سے ایک ہے۔ یا تو روایت غیر معتبر ہے یا ایسی کوئی روایت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہی نہیں ہوئی اور ان افراد نے بیان کرنے والے کی پیروی کی ہے جبکہ اس نے اشتباہ کیا تھا۔ اور یا پھر قرآن کی کسی آیت کی نادرست تاویل وتفسیر کی ہے، یا قیاس باطل کیا ہے یا ایسا اجتھاد کہ جو ان کی نگاہ میں درست لیکن حقیقت میں غلط تھا'' اور پھر کہتا ہے: ''امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: جو چیز سب سے زیادہ لوگوں کے لئے اشتباہ کا باعث بنی وہ تاویل اور قیاس ہے''۔

ابن تیمیہ سے ان دو افراد کے بارے میں سوال کیا گیا جنھوں نے تکفیر کے بارے اپنی رائے بیان کی تھی تو اس نے ایک تفصیلی جواب دیا جس کے آخر میں کہا: ''اگر انسان اپنے مسلمان بھائی کی مدد کے قصد سے اس سے تکفیر کو ردّ کرے تو اس کا یہ ہدف نیک اور جائز ہوگا اور اس مسئلہ میں۔ کہ جس میں اس نے اجتھاد کیا۔ اگر صحیح عمل انجام دیا ہو تو دو برابر

ثواب کا مستحق ہوگا اور اگر اشتباہ کر بیٹھا تو ایک اجر ملے گا"۔

اور: "تکفیر ایسی صورت میں صحیح ہے کہ جب ضروریات دین یا ایسے حکم کا انکار کرے کہ جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو"۔

ان کے کلام میں دقت اور توجہ کر! کیا تمھارے اس نظریہ سے کوئی شباہت رکھتا ہے جو کہتے ہو: فلاں شخص کافر ہے اور جو اسے تکفیر نہ کرے وہ بھی کافر ہوگا؛ جبکہ وہ تو کہہ رہے کہ اگر کوئی شخص اشتباہاً تکفیر کو رد کرے تو اسے ایک اجر دیا جائے گا۔

ابن تیمیہ کے پہلے کلام میں بھی غور کر کہ جس میں کہا: کہ بسا اوقات ایک مطلب کفر آمیز ہے لیکن اس کا ادا کرنے والا یا انجام دینے والا تکفیر نہیں ہوگا اسلئے کہ اس کے بارے میں متعدد احتمالات موجود ہیں مثال کے طور پر یہ کہ جو چیز تکفیر کا سبب بنتی ہے اس کے بارے میں کافی حد تک یا بالکل آگاہی نہیں رکھتا، یا یہ کہ ایک مطلب اس تک پہنچا لیکن اسے سمجھ نہ پایا، یا یہ کہ اس مطلب کو تو سمجھ لیا لیکن کوئی دوسرا مطلب اس کے مقابلہ میں مل گیا جو پہلے کی توجیہ کا سبب بن گیا، اسی طرح آخر تک اس کے کلام میں دقت کر۔ اے بندگانِ خدا بیدار ہو جاؤ اور حق کی طرف پلٹ آؤ، سلف صالح کے مانند عمل کرو اور جہاں انہوں نے توقف کیا تم بھی رک جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمھیں گمراہ کر ڈالے اور مسلمانوں کی تکفیر کو تمھارے لئے اس قدر مزین کر کے دکھائے کہ تم اپنی مخالفت کو کفر کا معیار اور اپنی موافقت کو مسلمان ہونے کا معیار سمجھنے لگو۔ کیونکہ ہم خدا ہی کے بندے اور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں، خدا اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی فرمایشات پر ایمان لائے، خدا ہمیں اور آپ کو خواہشاتِ نفسانی کی پیروی سے نجات دے۔

ابن قیم۔ خدا اس پر رحمت کرے۔ نے اقسام کفر کو بیان کرنے کے بعد یوں فرمایا:

''کفر انکاری کی دو قسمیں ہیں: کفر عام و مطلق اور کفر خاص و مقید''۔

پہلی قسم یہ کہ خداوند متعال کے نازل کردہ تمام احکام اور اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا ابتدا ہی سے انکار کردے۔

دوسری قسم یہ کہ واجبات یا محرمات دین میں سے کسی ایک، یا وہ صفات جن سے خداوند متعال نے اپنی ذات کو متصف کیا ہے ان میں سے کسی ایک یا ان مطالب میں سے کسی ایک کا انکار کرے جنھیں خداوند متعال نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا: یا ایسے مطلب کو جو فرمان خداوند متعال کے مخالف ہو جان بوجھ کر فرمان خدا پر مقدم جانے ؛یہ سب چاہے جس غرض سے بھی ہو اس میں کوئی فرق نہیں۔

متعدد روایات میں ابوھریرہ سے نقل ہوا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص جس نے کوئی نیکی کا عمل انجام نہ دیا تھا مرتے وقت اپنے گھر والوں کو وصیت کی۔دوسری روایات میں ہے کہ ایک شخص جس نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا اسے نے ایسا کیا۔ کہ مرنے کے بعد اسے جلا کر آدھی راکھ صحرا اور آدھی دریا میں ڈال دیں، خدا کی قسم! اگر خدا چاہتا تو اسے ایسا عذاب کرتا کہ جیسا دنیا کے کسی اور انسان کو نہ کیا ہوتا؛ جب وہ مرا تو اسکی وصیّت کے مطابق عمل کیا گیا، خداوند متعال نے دریا اور صحرا کو اسکی راکھا کٹھی کرنے کا حکم دیا (اور اسے زندہ کر کے) فرمایا: تو نے ایسا کام کیوں کیا؟ کہنے لگا: تو جانتا ہے تیرے ڈر کی وجہ سے میں نے یہ کام کیا، تو پالنے والے نے اسے بخش دیا''۔

یہ شخص قدرت خدا اور دوبارہ زندہ ہونے و معاد کا انکار کر چکا تھا لیکن خدا نے اسے اسکی نادانی اور کم فہمی کی وجہ سے بخش دیا اسلئے کہ اس نے بغض و عناد کی بناء پر انکار نہیں کیا تھا۔اور یہ مسئلہ ان لوگوں کے اس نظریہ کے باطل ہونے پر کافی ہے کہ جو یہ کہتے ہیں: کہ

خداوندمتعال لوگوں کو انکی نادانی اور کم فہمی کی وجہ سے معاف نہیں کریگا بلکہ انہیں عذاب دے گا۔

اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے سوال کیا گیا کہ امت اسلامی میں کس نے سب سے پہلے تکفیر کو رواج دیا۔ تو انہوں نے جواب دیا: ''سب سے پہلا گروہ جس نے اسلام میں تکفیر کو رواج دیا وہ معتزلہ تھے اور دوسروں نے انہیں کی پیروی کی اسی طرح خوارج وہ پہلا گروہ ہے جس نے اعلانیہ طور پر تکفیر کو آشکار کیا۔

لوگوں نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا، بعض نے مالک سے اس مسئلہ کے بارے دو قول نقل کئے ہیں اور اسی طرح شافعی، احمد، ابوالحسن اشعری اور اسکے اصحاب سے بھی نقل ہوا حقیقت یہ ہے کہ بعض اوقات ایک مطلب کفر ہے تو ایسی صورت میں بطور کلی کہنا چاہیے: ''کہ جو بھی ایسا اعتقاد رکھے یا اسے زبان پر جاری کرے، کافر ہو جائے گا'' نہ کہ جو شخص ایسا کہے اسے تکفیر کر دیا جائے۔ ہاں مگر ایسی صورت میں کہ جب حجت معتبر۔ کہ جسکی مخالفت کرنے والا کافر ہو جاتا ہے ۔قائم ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ سلطان یا حاکم شرعی اسے بتائے تا کہ اسکی جہالت دور ہو جائے جیسا کہ کتب احکام میں ذکر ہوا ہے اور نصوص قرآنی اور احادیث میں بھی اسی طرح بیان ہوا ہے کہ ناپسندیدہ اعمال کی سزا کو کسی خاص شخص کیلئے معین کرنے کے بجائے۔ کہ فلاں شخص کافر یا فاسق یا مبغوض خدا، یا مستحق جھنم ہے خصوصا اگر وہ شخص اچھی خصوصیات کا مالک ہو۔ بطور کلی بیان کیا جائے۔ اس بات کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ انبیاء (علیھم السلام) کے علاوہ باقی تمام لوگ گناہان صغیرہ وکبیرہ کا ارتکاب کر سکتے ہیں یا یہ کہ وہی فرد گناہ گار صدیق یا شھید یا صالح ہو اور اس کا گناہ توبہ، استغفار یا ان نیک اعمال کی وجہ سے جو گناہوں کو ختم کر دیتے ہیں یا ان مصیبتوں کی وجہ سے کہ جو

گناہوں کا کفارہ بنتی ہیں یا شفاعت مقبول یا رحمت ورضائے خدا کی وجہ سے بخشا جا چکا ہو۔

اگر ہم آیات اور روایات پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو پھر جائز نہیں کہ کسی خاص شخص کو معین کر کے کہا جائے کہ چونکہ اس نے فلاں عمل انجام دیا ہے لہذا اس کی سزا یہ ہے اسلیئے کہ ممکن ہے وہ شخص توبہ وغیرہ کے ذریعہ سے بخشا گیا ہو۔

خداوند متعال فرماتا ہے: "وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا ......" (۱)

ترجمہ: اور جو بھی کسی مومن کو قصداً قتل کر دے گا اس کی جزا جہنم ہے۔

اور فرمایا: "إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا" (۲)

ترجمہ: جو لوگ ظالمانہ انداز سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب واصل جہنم ہوں گے۔

اور فرمایا: "وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ......" (۳)

ترجمہ: اور جو خدا اور رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا خدا اسے جہنم میں داخل کر دے گا اور وہ ہمیشہ وہیں رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

۱۔ نساء: ۹۳

۲۔ نساء: ۱۰

۳۔ نساء: ۱۴

اور پھر فرمایا: "وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ......وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا......" (۱)

ترجمہ: اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طریقہ سے نہ کھا جایا کرو مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے معاملت ہو اور خبردار اپنے نفس کو قتل نہ کرو۔(2) اور جو ایسا اقدام حدود سے تجاوز اور ظلم کے عنوان سے کرے گا ہم عنقریب اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور اللہ کے لئے یہ کام بہت آسان ہے۔

اور دیگر آیات جو مجرموں کو تنبیہ و سزا کا وعدہ دے رہی ہیں ۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''خدا لعنت کرے ایسے شخص پر کہ جو شراب پیئے یا اپنے والدین سے برائی کرے یا غیر خدا کیلئے قربانی کرے ،اور خدا لعنت کرے چور، سود خور، سود دینے والے ،اس پر گواہ بننے والے اور اسے لکھنے والے پر، یا خدا، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو ایسے شخص پر جو زکوۃ دینے میں دیر کرے یا اس میں تصرف کرے یا ہر وہ شخص جو مدینہ میں بدعت انجام دے یا کسی بدعت گذار کو پناہ دے یا بقیہ احادیث جو عذاب کے بارے میں وارد ہوئیں۔

یہاں تک کہ کہا: ''اگر کوئی شخص ان اعمال کو اجتہاد یا تقلید یا اس مانع کی وجہ سے انجام دے بیٹھتا ہے جسے ذکر کیا گیا تو اسے عذاب نہ ہوگا اور یہ اسی طرح ہے، جسطرح توبہ یا نیک اعمال جو گناہوں کو نابود کر دیتے ہیں یا وہ مصیبتیں جو گناہوں کا کفارہ بنتی ہیں یا ان کے مانند بقیہ امور جو عذاب آخرت سے نجات کا سبب بنتے ہیں''۔

۱۔ نساء: ۲۹۔۳۰

اور یہی وہ راہ راست ہے جس پر عمل کرنا واجب ہے اس کے علاوہ باقی دونوں راستے گمراہ کنندہ ہیں:

پہلا راستہ یہ ہے کہ ہم دعوی کریں کہ آیات وروایات کے مطابق ہر شخص کو بطور مشخص سزادی جائے۔ اور یہ بدترین نظریہ خوارج اور معتزلہ وغیرہ کا ہے کہ جو لوگوں کو گناہوں کی وجہ سے تکفیر کرتے، اس نظریہ کا باطل ہونا واضح وآشکار ہے اور اسکے دلائل اپنی جگہ ذکر ہو چکے ہیں۔

اس طرح کی دینی نصوص (آیات وروایات کاملاً) صحیح ہیں لیکن انہیں فرد معین پر لاگو نہیں کیا جا سکتا کہ کہا جائے فلاں شخص اہل قبلہ جہنمی ہے اس لئے کہ اسکی شرائط موجود نہیں یا مانع درکار ہے۔ بعض اوقات ایک شخص کلمات کفر آمیز ادا کر رہا ہے لیکن ممکن ہے کہ وہ روایات جو معرفتِ حق کا باعث بنتی ہیں اس تک نہ پہنچی ہوں یا پہنچی تو ہوں لیکن اس کے نزدیک ثابت نہ ہوں یا انہیں سمجھ نہ سکا ہو یا کسی وجہ سے اسے شبہہ حاصل ہو گیا ہو تو ایسا شخص خداوند متعال کے نزدیک معذور ہے (اور اسے مستحق عذاب قرار نہیں دیا جائیگا)۔

ہر وہ شخص جو خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو اور اظہار اسلام کرتا ہو اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (واقعاً) دوست رکھتا ہو خداوند متعال اسے بخش دے گا اگرچہ زبان یا عمل کے ذریعہ بعض گناہوں کا مرتکب ہی کیوں نہ ہوا ہو خواہ ان گناہوں کو شرک کہا جائے یا نہ، یہ ہے اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام ائمہ دین کا طریقہ کار۔

لیکن مقصد یہ ہے کہ مذاہب ائمہ جزا کے درمیان تفصیل پر مبنی ہیں یعنی جزائے کلی اور جزائے شخصی بلکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل اور باقی تمام ائمہ

مانند مالک وابوحنیفہ اور شافعی نے مرجئہ کو تکفیر نہیں کیا جبکہ وہ قائل ہیں (کہ ایمان فقط عقیدہ ہے اور عمل کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں) اسی طرح خوارج، قدریہ اور باقی باطل فرقوں کو تکفیر کرنے میں بھی احتیاط سے کام لیا، فقط امام احمد نے بطور کلی جھمیہ کو کافر قرار دیا۔

اور وہ اس لئے کہ ان سے ارتباط کی وجہ سے ان کے مذہب کی حقیقت سے آگاہ ہو گئے تھے کہ یہ لوگ تعطیل صفات خدا کے قائل ہیں۔ تکفیر جھمیہ اسلاف و بزرگان کے درمیان ایک مشہور مسئلہ تھا البتہ ایسا نہیں کہ معین افراد کو تکفیر کیا گیا ہو۔

جو شخص لوگوں کو باطل عقیدہ کی طرف دعوت دیتا ہے اس کا جرم اس شخص سے بڑھکر ہے جو باطل عقیدہ تو رکھتا ہے لیکن لوگوں کو اسکی دعوت نہیں دیتا. اور جو شخص اپنے مخالف کو سزاوار عقاب ٹھہراتا ہے اس کا جرم اس شخص سے بڑھکر ہے جو فقط باطل کی دعوت دیتا ہے اور اسی طرح جو شخص اپنے مخالف کو کافر کہتا ہے اس کا جرم اس شخص سے بڑھکر ہے جو اپنے مخالف کو مستحق عقاب ٹھہراتا ہے۔

اگر چہ حکمران جھمیہ کے افکار کو قبول کر چکے تھے اور مسلمانوں کو ان افکار کے ذریعہ امتحان کرتے، وہ قرآن کو مخلوق سمجھتے اور معتقد تھے کہ خدا آخرت میں دکھائی نہیں دے گا اور قرآن و روایات معتبر کے ذریعہ شناخت و معرفت خدا پر استدلال قائم نہیں کیا جا سکتا. وہ دین کو اپنے باطل افکار و خیالات کے بغیر ناقص سمجھتے اور اپنے جاہلانہ استنباطات و نظریات کو کتاب خدا، سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اجماع صحابہ و تابعین سے معتبر تر سمجھتے جیسا کہ جھمیہ اور معطلہ نفی و اثبات میں خدا کے بارے اپنے اقوال کو محکم ترین سمجھتے ہیں. انہوں نے امام احمد کو زندان میں ڈال دیا اور اسے تازیانے مارے، کچھ کو قتل کر دیا اور کچھ کو زندان میں ڈال دیا، قیدیوں کو رہا نہ کرتے، بیت المال میں سے فقط اسی کو دیتے جو ان کی

حمایت کرتا۔ ان کا قصہ اسلام میں بہت تفصیلی ہے جو دوسرے مقام پر ذکر ہو چکا ہے اس عقیدہ تعطیل کے باوجود کہ جو شرک سے بدتر ہے امام احمد نے خداوند متعال سے ان کیلئے طلب رحمت و مغفرت کی۔اور کہا: ''میں انہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرنے والے اور جو کچھ ان پر نازل ہوا اسکا منکر نہیں سمجھتا۔البتہ انہوں نے سمجھنے میں اشتباہ کیا ہے اور یہ لوگ خطا کار مقلد ہیں''۔

جب امام شافعی نے ''حفص فرد'' معطلہ کے پیشوا کے ساتھ مسئلہ قرآن پر مناظرہ کیا تو کہنے لگا: قرآن مخلوق ہے امام شافعی نے اسکے جواب میں کہا: تو کافر ہو گیا ہے پس اسے تکفیر تو کیا لیکن اسکی وجہ سے اسے مرتد قرار نہ دیا اس لئے کہ اگر اسے مرتد و کافر قرار دیا ہوتا تو اسکے قتل کا اقدام بھی کرتے۔

ہاں علماء نے ان لوگوں کے قتل کا فتوی ضرور دیا جو دوسروں کو اپنے عقائد کی دعوت دیتے مانند غیلان قدری، جعد بن درھم اور جھم بن صفوان پیشوائے جھمیہ وغیرہ۔ لوگوں نے ان پر نماز (میت) پڑھی اور انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا (اس سے معلوم ہوا) کہ انکا قتل انکے مرتد ہو جانے کے باعث نہیں تھا بلکہ ان کے ضرر کو دفع کرنے کی خاطر تھا وگرنہ اگر مسلمان انہیں کافر سمجھتے تو ان کے ساتھ بھی کفار جیسا برتاؤ کرتے (یعنی نہ تو ان پر نماز پڑھتے اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتے) یہ مطالب دوسرے مقام پر ذکر ہو چکے ہیں۔

یہ تھے اقوال شیخ، اگرچہ طولانی تھے لیکن اس مطلب کو روشن و آشکار کرنے کیلئے بیان کئے جسکا میں نے وعدہ کیا تھا خصوصاً اس میں اس نے اتفاق صحابہ و سلف کو بھی ذکر کیا ہے۔

ابن تیمیہ اور ابن قیم کے اقوال میں بارہا بیان ہوا کہ ان افراد کا کفر، شرک سے بھی

بدتر تھا۔ باوجود اسکے کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں سے اہل علم حضرات احمد بن حنبل کے زمانہ تک ان سے بحث ومناظرے کرتے اور ان کے باطل عقائد کا عقل ونقل کے خلاف ہونا ثابت کرتے لیکن کبھی انہیں تکفیر نہ کیا. یہاں تک کہ مسلمانوں نے انکے بزرگان کو جو اپنے مذہب کی دعوت دیتے، قتل کر دیا لیکن انہیں تکفیر نہ کیا.

کیا اس میں تمھارے لئے عبرت نہیں؟

مسلمان عوام کو کافر قرار دیتے، ان کے خون کو مباح گردانتے اور ان کی سرزمین کو سرزمین جنگ قرار دیتے ہو. جبکہ انکا انحراف ان لوگوں کے انحرافات کا عشر عشیر بھی نہیں.

فرض کریں ان کے اندر اقسام شرک میں سے شرک اصغر یا شرک اکبر موجود بھی ہو پھر بھی وہ جاہل ہیں اور ایسی حجت معتبر بھی ان پر قائم نہیں کی گئی جسکی مخالفت کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

کیا سمجھتے ہو کہ ائمہ دین کی بات حجت نہیں تھی اور تمھاری بات حجت ہے بلکہ تم تو ان لوگوں کو بھی کافر جانتے ہو جو تمھاری طرح دوسروں کو تکفیر نہ کریں جبکہ ان کے اندر کفر وشرک کا نام ونشان تک نہیں۔

اللہ اکبر (لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا) (۱)

ترجمہ: یقیناً تم لوگوں نے بڑی سخت بات کہی ہے۔

اے بندگان خدا! تقوائے الٰہی اختیار کرو. اور خوف خدا کرو تم نے مومنوں کو اذیت کی

۱۔ مریم: ۸۹

(والذین یؤذون المؤمنین والمومنت بغیر ما ا کتسبو فقد احتملو ا بھتانا واثما مبینا)(۱)

ترجمہ :اور جو لوگ صاحبان مرد یا عورتوں کو بغیر کچھ کئے دھرے اذیت دیتے ہیں انھوں نے بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر اٹھا رکھا ہے۔

خدا کی قسم! ان لوگوں کا کوئی قصور نہیں تھا مگر یہ کہ انہوں نے ایسے لوگوں کی تکفیر کرنے میں تمھارا ساتھ نہ دیا جن کے اسلام پر معتبر روایات اور اجماع امت موجود ہے اگر وہ تمھاری ہمراہی کرتے تو خدا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غضبناک کرتے اور اگر تمھاری مخالفت کی تو تم نے انکے کافر و مرتد ہونے کا حکم صادر کر دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا:"لَسْتُ اَخافُ عَلیٰ اُمَّتِیْ غَوْ نماً تَقْتُلُھُمْ وَلا عَدُوٌّ اِبجنا جِھِمْ وَلٰکِنْ اَخافُ عَلیٰ اُمَّتِیْ آئمۃمُضِلِّیْنَ اِنْ اَطاعُوْھُمْ فَتَنُوْ ھُمْ وَاِنْ عَصَوْھُمْ قَتَلُوْ ھُمْ"(۲)

ترجمہ: مجھے نہ تو اپنی امت کی بھوک کا خوف ہے کہ انہیں مار ڈالے اور نہ ہی دشمنوں کا کہ انہیں گمراہ کر ڈالیں بلکہ مجھے ان گمراہ کنندہ پیشواؤں کا ڈر ہے کہ اگر میری امت کے لوگ ان کی اطاعت کریں تو گمراہ ہو جائیں گے اور اگر ان کی مخالفت کریں تو قتل کر دیئے جائیں گے۔اس حدیث کو طبرانی نے ابو یمامہ سے نقل کیا ہے۔

۱۔احزاب:۵۸۔

۲۔المعجم الکبیر،طبرانی ح ۸۶۵۳۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی یہ کہتے: کہ جب تک میں خدا کی اطاعت کر رہا ہوں تب تک تم میری فرمانبرداری کرو اور اگر میں خدا کی نافرمانی کرنے لگوں تو تم پر میری فرمانبرداری جائز نہیں۔

اور کہتے: ''میں بھی کبھی اشتباہ کرتا ہوں اور کبھی صحیح عمل انجام دیتا ہوں اور جب کبھی کوئی مسئلہ درپیش آتا تو صحابہ کرام کو جمع کر کے ان سے مشورت کرتے''۔

عمر، عثمان اور علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی ابو بکر کی طرح عمل کرتے۔ ائمہ اہل علم اپنی رائے قبول کرنے کو واجب قرار نہ دیتے بلکہ جب ہارون الرشید نے چاہا کہ لوگوں کو امام مالک کی کتاب (موطا) پر عمل کرنے پر مجبور کرے تو امام مالک نے کہا: اے امیر المومنین ایسا مت کر اس لئے کہ میرے علاوہ دوسرے لوگوں کے پاس بھی علم (دین) موجود ہے یا اسی طرح کا جملہ فرمایا اسی طرح تمام علمائے اہل سنت میں سے کسی نے بھی لوگوں پر اپنی رائے پر عمل کرنے کو واجب قرار نہیں دیا۔

لیکن تم ہو کہ جو تمھاری رائے کو قبول نہ کرے اسے کافر قرار دیتے ہو، تمھیں خدا کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں کہ کیا تم معصوم ہو کہ تمھاری بات پر عمل کرنا واجب ہے؟ اگر جواب منفی ہے تو پھر کیوں اسے لوگوں پر واجب قرار دیتے ہو؟ تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ وہ شرائط امامت جو علماء نے بیان کی ہیں کیا تم میں سے کسی ایک کے اندر بھی موجود ہیں؟۔

کیا تم میں سے کوئی ایک ایسا ہے جس میں امامت کی ایک خصوصیت بھی ہو؟ تمھیں خدا کی قسم دے رہا ہوں کہ اب بس کرو اور تعصب کو چھوڑ دو۔

فرض کریں ہم تو اس جاہل شخص کو معذور جانتے ہیں جو علماء کے کلام کے بارے ذرا

سی بھی اطلاع نہیں رکھتا لیکن تو جب خدا سے ملاقات کرے گا تو تیرے پاس کیا عذر ہے؟۔ خدا کی قسم بیدار ہو جاؤ اور اس جبار ارض وسموات کے عقاب سے ڈرو اس لئے کہ ہم نے اقوال علماء اور اہل سنت والجماعت کے اجماع کو نقل کر دیا ہے جو نجات یافتہ فرقہ ہے اور ان شاء اللہ خداوند متعال جسکی ہدایت چاہتا ہے اس کی ہدایت کے اسباب کو بیان کیا جائے گا۔

ایک ہی شخص میں ایمان ونفاق ممکن ہے

ابن قیم شرح المنازل میں لکھتا ہے: ''اہل سنت کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ ممکن ہے ایک انسان کے اندر ایک لحاظ سے دوستی خدا اور دوسرے لحاظ سے دشمنی خدا موجود ہو اور اسی طرح ایک جہت سے محبوب خدا اور دوسری جہت سے مبغوض خدا ہو بلکہ ممکن ہے کہ ایک ہی انسان میں ایمان ونفاق یا ایمان وکفر موجود ہو.

چنانچہ وہ انسان ان دو جہتوں میں سے جس کے نزدیک تر ہوگا وہی شمار ہوگا جیسا کہ خداوند متعال فرماتا ہے: ''هم للكفر يومئذ اقرب منهم للايمان '' (۱)

ترجمہ: یہ ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تر ہیں.

اور فرمایا: ﴿وما يؤمن اكثرهم بالله الا وهم مشركون﴾ (۲)

ترجمہ: اور ان میں سے اکثریت خدا پر ایمان بھی لاتی ہے تو شرک کے ساتھ.

خداوند متعال نے ان کے ایمان کو شرک کے ہمراہ ثابت کیا ہے اگر اس شرک سے انبیاء کی تکذیب لازم آتی ہو تو ایسا ایمان کوئی فائدہ نہیں رکھتا اور اگر انسان اقسام شرک کا مرتکب ہو لیکن اس سے انبیائے خدا و قیامت کی تکذیب نہ ہوتی ہو تو ایسے شخص کا عذاب اس شخص سے سخت تر ہوگا جو گناھان کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے۔

اسی اصل کی وجہ سے اہل سنت معتقد ہیں کہ جو افراد گناھان کبیرہ انجام دیتے ہیں انہیں پہلے جھنم میں بھیجا جایگا اور وہاں سے نکال کر جنت میں بھیج دیا جایگا اس لئے کہ ان

۱۔ آل عمران/۱۶۷.

۲۔ یوسف/۱۰۶.

میں دونوں جہتیں (نیکی اور برائی) موجود ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت

﴿ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الکفرون﴾ (۱)

ترجمہ: اور جو بھی ہمارے نازل کیئے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا وہ سب کافر شمار ہوں گے.

کے بارے میں فرماتے ہیں: اس آیت میں کفر سے مراد وہ کفر نہیں جو انسان کو دین سے خارج کر دے یعنی خدا و قیامت کے انکار کے مانند نہیں ہے. طاوس اور عطا نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ''صحابہ و گذشتگان کہتے ہیں کہ انسان کے اندر ایمان و نفاق دونوں موجود ہو سکتے ہیں اور اس پر دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

﴿هم للکفر یومئذ اقرب منهم للایمان﴾ (۲)

ترجمہ: یہ ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تر ہیں۔

یہ مطلب سلف کے اقوال میں بہت زیادہ پایا جاتا ہے کہ ایک ہی دل میں ایمان بھی آ سکتا ہے اور کفر بھی، کتاب و سنت بھی اسی کو بیان کر رہی ہیں اسی وجہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا وہ آتش جھنم سے نجات پا جائے گا''۔

۱۔ مائدہ: ۴۴.

۲۔ آل عمران: ۱۶۷.

اس سے معلوم ہوگیا کہ اگر کسی شخص کے اندر کمترین ایمان ہی ہو تو وہ ہمیشہ کیلئے جھنم میں نہیں رہے گا اگر چہ اس کے دل میں نفاق کثرت سے ہی کیوں نہ موجود ہو ایسے افراد اسی نفاق کے مطابق جھنم میں رہیں گے اور اس کے بعد انہیں وہاں سے نکال لیا جائیگا۔

''ابن تیمیہ'' یہاں تک پہنچ کر کہتے ہیں یہ سب اس لئے کہ بسا اوقات ایک انسان میں ایمان کی بھی کچھ مقدار پائی جارہی ہوتی ہے اور کفر ونفاق کی بھی، بعض اوقات ایک شخص مسلمان تو ہوتا ہے لیکن اس کے اندر کفر بھی موجود ہوتا ہے البتہ ایسا کفر جو اسے دین سے خارج نہیں ہونے دیتا جیسا کہ ابن عباس اور دیگر صحابہ نے تعبیر بیان فرمائی: ''ایسا کفر جو کفر معروف کے علاوہ ہے'' اور تمام بزرگان سلف کی یہی رائے ہے۔

اس فصل کے مطالب میں غور وفکر سے کام لیں اور اجماع بزرگان سلف جو اس میں بیان ہوا ہے اس پر توجہ کریں اور یہ گمان نہ کرنا کہ یہ اجماع ایسے شخص کے بارے ہے جس سے اشتباہ ہوگیا ہو اس لئے کہ ایسا فرد تو یقیناً بخشا ہوا ہے تو اس کے بارے بحث کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا جیسا کہ کئی بار اس بات کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

جبکہ تم کمترین کفر یا بلکہ کفر کے احتمال کی وجہ سے لوگوں کو کافر قرار دے رہے ہو اور اس سے بدتر یہ کہ وہ لوگ جو کاملا مسلمان ہیں لیکن جن کو تم کافر کہتے ہو وہ انہیں کافر نہیں سمجھتے ، اس وجہ سے تم ان (مسلمانوں) کو بھی تکفیر کرتے ہو جبکہ وہ خوف خدا کی وجہ سے ایسا کر رہے چونکہ وہ ان لوگوں میں اسلام کی نشانیاں دیکھ رہے۔

خداوند متعال سے التماس کرتے ہیں کہ تمھیں تاریکی سے نجات دے کر نور تک پہنچائے اور ہمیں اور آپ کو راہ مستقیم کی ھدایت فرمائے وہ راہ کہ جو انبیاء، صدیقین، شھداء اور صالحین کی راہ ہے۔

مسلمان ہونے کے لئے اظہار اسلام ہی کافی ہے

ابن تیمیہ کتاب (ایمان) میں کہتے ہیں: ''وہ ایمان ظاہری جس پر دنیا میں احکام جاری ہوتے ہیں اس کا ایمان باطنی کے ہمراہ ہونا ضروری نہیں۔ وہ منافق جو یہ کہتے

" آمنابالله و باليوم الاخرو ماهم بمو منين "(۱)

ترجمہ: کہ ہم خدا اور آخرت پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ صاحب ایمان نہیں ہیں۔

بظاہر یہ لوگ مومن تھے، مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھتے ،ان سے رشتے لیتے دیتے اور ایک دوسرے سے میراث پاتے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں منافقوں کی حالت یہی تھی لیکن آپؐ نے نکاح، میراث یا باقی موارد میں ان پر احکام کفار۔ وہ کفار جو اپنے کفر کو اعلانیہ طور آشکار کرتے۔ کو جاری نہیں کیا۔

بلکہ جب عبداللہ بن ابی مرا جو کہ مشہور ترین منافق تھا تو اس کے بیٹے عبداللہ نے اس سے میراث پائی جو کہ بہترین مومن تھا اسی طرح باقی منافقین کے مومن ورثاء نے ان سے میراث پائی ۔(۲)

جب کوئی مومن دار فانی سے منتقل ہوتا تو اسکے منافق وارث اسکی میراث کے مالک بنتے جبکہ معلوم ہوتا کہ وہ دل سے منافق ہیں اسی طرح حدود اور حقوق اسلامی میں

ا۔ بقرہ: ۸

(۲) فقہ اہل سنت میں نہ کافر مسلمان کا وارث بن سکتا ہے اور نہ ہی مسلمان کافر کا، ابن تیمیہ نے بھی اسی نظریہ کے مطابق کہا ہے جبکہ فقہ شیعہ میں فقط کافر مسلمان کے ارث سے محروم رہے گا لیکن مسلمان وارث کافر کی میراث کا مالک بن سکتا ہے۔(بدایۃ المجتہد ۲: ۵۲۳، جواھر الکلام ۳۹: ۱۲۔۱۵)

بھی باقی مسلمانوں کے مانند تھے وہ لوگ (منافق) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کرنے جاتے حتی ان میں سے ایک گروہ نے غزوہ تبوک میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنا چاہا لیکن اس کے باوجود ان پر احکام مومنین کو جاری کیا جاتا۔

''ابن تیمیہ'' یہاں تک پہنچ کر کہتے ہیں: ''انکا مال و جان محترم ہے اور کفار یا ان لوگوں کے مانند نہیں جو اظہار کفر کرتے ہیں اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ کفار سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لاالہ الااللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کرلیں اور جب انہوں نے اسکا اقرار کرلیا تو دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے اور انکا مال و جان میرے نزدیک محترم ہوگیا۔

اور انکا حساب (روز قیامت) خدا پر ہے اور جب اسامہ سے فرمایا: کیا تو نے اسے لاالہ الااللہ پڑھنے کے باوجود قتل کردیا؟ اسامہ نے کہا: اس نے خوف کے مارے کہا (نہ کہ صدق دل سے) تو آپؐ نے فرمایا: کیا تو نے اسکا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ اور فرمایا: مجھے لوگوں کے دل سے پردہ ہٹانے کا حکم نہیں دیا گیا۔

اور جب کوئی کہتا کہ فلاں شخص منافق ہے کیا آپؐ اس کے قتل کا حکم صادر فرمائیں گے؟ تو جواب میں فرماتے: کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ کیا شھادتین کا اقرار نہیں کرتا؟ باوجود اسکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے بہت سوں کے نفاق سے مطلع تھے لیکن پھر بھی ان کے مال و جان میں ان سے دوسرے مسلمانوں جیسا سلوک کرتے۔

ابن قیم ''اعلام الموقعین'' میں کہتے ہیں: امام شافعی فرماتے ہیں: خداوند سبحان نے اپنی اطاعت کو لوگوں پر واجب قرار دیا ہے لیکن کسی کو اس حکم میں دخالت کا حق نہیں دیا اسی

طرح لوگوں پر واجب قرار دیا کہ وہ دوسروں کے عیوب کے بارے گمان واحتمال کی بنا پر حکم نہ لگائیں یہاں تک کہ انبیاء (علیہم السلام) کو بھی افراد کے بارے صبر کرنے کا حکم دیا جب تک کہ اس کا حکم نازل نہ ہو خداوند متعال نے لوگوں کے بارے دلائل کو انبیاء (علیہم السلام) پر واضح وروشن فرمادیا اور خدا اسی کے مطابق حکم لگاتا ہے جسے خود لوگ اظہار کرتے ہیں اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بت پرستوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا یہاں تک وہ اسلام قبول کرلیں اور جب اسلام کا اظہار کرلیں تو ان کی جان محفوظ ہوجائیگی۔

اور جان لیجئے کہ خداوند متعال کے علاوہ کوئی دوسرا ان کے اسلام کے صحیح ہونے کو نہیں جانتا خداوند متعال نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کے بارے آگاہ فرمادیا جو بظاہر تو اسلام لائے تھے مگر دل سے کافر تھے لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر احکام کفر جاری کرنے کی اجازت نہ دی بلکہ فرمایا کہ جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں اسی کے مطابق ان کے بارے قضاوت کی جائے۔

خداوند متعال اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے: "قالت الاعراب امناقل لم تومنوا و لکن قو لو اسلمنا". (1)

ترجمہ: یہ بدو عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے۔

پھر ان کو خبر دی کہ اگر اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کریں اور فرمان خداوند متعال کو انجام دیں تو کامیاب ہوجائیں گے۔

۱۔ حجرات:۱۴.

خداوندمتعال منافقین کے دوسرے گروہ کے بارے فرماتا ہے:

"اذا جائک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول الله والله یعلم انک لرسوله والله یشهد ان المنفقین لکذبون اتخذوآ ایمانهم جنةفصدوا عن سبیل الله انهم سآء ماکانو یعملون". (۱)

ترجمہ: پیغمبرؐ یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنے دعوی میں جھوٹے ہیں انھوں نے اپنی قسموں کو سپر بنالیا ہے اور لوگوں کوراہ خدا سے روک رہے ہیں یہ ان کے بدترین اعمال ہیں جو یہ انجام دے رہے ہیں

یعنی قتل سے بچنے کیلئے ڈھال قرار دیا ہوا ہے

اورفرمایا: " ویحلفون بالله إنهم لمنکم وماهم منکم ......"(۲)

ترجمہ:اور یہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ یہ تمہیں میں سے ہیں حالانکہ یہ تم میں سے نہیں ہیں۔

خداوندمتعال نے حکم دیا کہ جو کچھ اظہار کرتے ہیں اسے قبول کیا جائے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر احکام اہل ایمان کے علاوہ باقی احکام اجراء کرنے کی اجازت نہ دی۔اور یہ ایسی حالت میں تھا کہ جب آنحضرت کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم کا پست ترین طبقہ ہے (قیامت میں) حکم خداان کے باطن کے مطابق

ا۔منافقون:۲۔۱

۲۔توبہ:۵٦

ہوگا اور دنیا میں حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ظاہر کے مطابق ہوگا...... یہاں تک پہنچ کر کہتے ہیں: ''خداوند متعال نے انہیں جھٹلایا لیکن اس کے باوجود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خداوند متعال سے اس مطلب کو نقل کیا جسے ہم نے بیان کیا ہے (کہ ان کے ظاہری حال کے مطابق ان سے سلوک کیا جائے) اس روایت میں بیان ہوا ہے کہ مالک نے ابن شھاب سے اس نے عطاء ابن یزید سے اس نے عبداللہ بن یزید بن عدی بن خیار سے نقل کیا ہے: کہ ایک شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسقدر آہستہ آہستہ سرگوشی کر رہا تھا کہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کیا کہہ رہا ہے یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدائے مبارک بلند ہوئی اور معلوم ہوا کہ وہ شخص منافقین میں سے ایک فرد کے قتل کے بارے میں سوال کر رہا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا وہ لاالہ الا اللہ کا اقرار نہیں کرتا؟ کہنے لگا: ہاں مگر وہ حقیقی نماز ادا نہیں کرتا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے ایسے افراد کے قتل سے منع فرمایا گیا ہے''۔

اس کے بعد شافعی نے اس روایت ''مجھے کفار سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے'' کو نقل کیا یہاں تک کہ کہا: ''ان کے سچ وجھوٹ کا حساب خداوند متعال کے ذمہ ہے جو دلوں کے رازوں سے آگاہ اور ان پر اختیار رکھتا ہے ورنہ انبیاء (علیھما السلام) یا حکام کو یہ حق حاصل نہیں ہے حدود وحقوق اسلامی کے اجراء کرنے میں بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے اور ان کو بتا دیا کہ ان سے ان کے ظاہر کے مطابق برتاؤ کیا جاتا ہے اور باطن کا محاسبہ خود خدا ہی کرے گا اس بناء پر جو بھی کسی دلیل یا بغیر دلیل کے لوگوں کے ظاہر کے خلاف حکم لگاتا ہے میرے نزدیک اس نے قرآن وسنت کی مخالفت کی ہے''۔

اسی طرح یہ بھی بیان کیا ہے: ''جو بھی کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار کرے اس سے قبول کرلیا جائے گا اور اس کے احوال یا جو کچھ اس کے دل میں ہے یا جو اس نے کہا اس کے معنی کے بارے میں تحقیق نہیں کی جائیگی اسلئے کہ باطن کا تعلق فقط خدا سے ہے اور نبی یا کسی اور سے اس کا کوئی ربط نہیں (۱)۔

۱۔ صحیح مسلم ۱: ۲۲۷، کتاب الایمان، ح ۳۲۔

دوسروں کو کافر کہنے والا بدعتی ہے

سابقہ بحثوں میں علماء کے اقوال اور ان کے اجماع کو آپ کے لئے نقل کیا گیا "جس شخص میں اجتھاد کی تمام شرائط موجود ہوں اسکے لیئے دوسروں کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے" اور یہ بھی نقل کیا کہ جس شخص میں اجتھاد کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں اسے چاہیے کہ وہ دوسروں کی تقلید کرے، ان موارد میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں اور یہ بھی بیان کر دیا کہ اجماع اہل سنت کے مطابق اگر کوئی شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو کچھ نازل ہوا اس پر ایمان رکھتا ہو تو اسے تکفیر نہ کیا جائیگا مگر جب اس پر حجت قطعی قائم کر لی جائے کہ جس کی مخالفت کرنے والا کافر قرار پاتا ہے اور یہ اجماع قطعی کے بغیر ممکن نہیں

اتمام حجت بھی امام یا نائب امام ہی کا کام ہے اور کفر بھی ضرویات دین اسلام مانند وجود خدا، توحید و رسالت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ان واضح و آشکار مسائل مانند وجوب نماز کے انکار کے بغیر محقق نہیں ہو سکتا ایسا مسلمان جو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مانتا ہے لیکن ایک ایسے شبہ میں مبتلا ہو جاتا ہے طبیعی طور پر کسی بھی فرد کو درپیش آسکتا ہے تو اسکی وجہ سے اسے تکفیر نہیں کیا جائیگا

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ ان افراد کی تکفیر سے اجتناب کیا جائے جو اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہیں یہاں تک انہوں (اہل سنت) نے بدعت گذاروں کے پیشواؤں کو تکفیر کرنے سے خوداری کی اگرچہ ان کے ضرر کو دفع کرنے کیلیے۔ نہ کہ ان کے کفر کی وجہ سے۔ ان کے قتل کا حکم بھی دیا، ممکن ہے کہ ایک انسان کے اندر ایمان بھی ہو اور کفر بھی، یا یہ کہ ایمان بھی ہو اور شرک و نفاق بھی، لیکن ایسا شخص کافر حقیقی نہیں بنے گا جو شخص بھی اسلام کا اظہار کرے اس سے قبول کیا جائیگا چاہے وہ جھوٹ بولے یا سچ یا اس کے

اندر نفاق کی بعض علامات ظاہر ہوں دوسروں کو تکفیر کرنے والے خود اہل بدعت اور خواہشات نفسانی کے پیروکار ہیں جہالت وشبہات جس قدر ضعیف کیوں نہ ہوں اور وہ دوسرے مطالب جو ہم نے ذکر کئے یہ ایسے عذر ہیں جو انسان کو کافر ہونے سے بچالیتے ہیں۔

اگر توفیق خداوند تمھارے شامل حال ہو جائے تو اتنی ہی مقدار تمھیں اس بدعت سے نجات دینے کیلئے کافی ہے جسکی وجہ سے تم ملت مسلمہ سے خارج ہو چکے ہو ہم نے ان بحثوں میں استنباط نہیں کیا بلکہ علماء کے اقوال اور ان مطالب کو ذکر کیا جو انہوں نے مجتہدین کامل سے نقل کئے ہیں۔

یہاں پہ ہم دوبارہ ان دلائل کی طرف پلٹتے ہیں جو تمھارے ان نظریات کے باطل ہونے کو آشکار کر رہے جنکی وجہ سے تم مسلمانوں کو تکفیر کرتے ہو اگر کوئی شخص غیر خدا سے حاجت طلب کرے یا غیر خدا کے لئے نذر کرے یا غیر خدا کیلئے قربانی کرے یا قبر سے تبرک حاصل کرے یا اس پر ہاتھ مارے تو تم اسے اسلام کے دائرہ سے خارج سمجھتے ہو بلکہ جو لوگ ایسے افراد کو تکفیر نہ کریں انہیں بھی کافر سمجھتے ہو یہاں تک کہ تم نے سرزمین اسلام کو سرزمین کفر و جنگ قرار دے دیا، اور اس پر اہم ترین دلیل یہ پیش کرتے ہو کہ تم نے قرآن سے استنباط کیا ہے۔

جبکہ پہلے بھی گذر چکا کہ تمام (مسلمین) کے اجماع کے مطابق تمھارے لئے استنباط کرنا جائز نہیں ہے اور جو کچھ علماء نے سمجھا ہے اس کے برعکس پیروی کرنا صحیح نہیں اسی طرح جو شخص خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسکے لئے جائز نہیں کہ وہ پیشوایان اسلام کی پیروی چھوڑ کر تمھاری اتباع کرے۔

اگر کہو: کہ ہم نے اس میں ان بعض علماء کی پیروی کی ہے جو ان اعمال کو شرک جانتے ہیں تو ہم یہ کہیں گے: ہاں یہ صحیح ہے کہ ان میں سے بعض اعمال شرک ہیں لیکن تم نے علماء کے اقوال سے یہ کیسے سمجھ لیا کہ یہ وہی شرک ہے جسے خداوند متعال نے قرآن میں ذکر کیا جو لوگوں کے مال وجان کے مباح ہونے اوران پر احکام مرتدین جاری کرنے کا سبب بنتا ہے ؟ وہ شرک کہ جسکے انجام دینے والے کے کفر میں شک کرنے والا کافر شمار ہو جاتا ہے ہمارے لئے واضح کریں کہ مسلمانوں کے پیشواؤں میں سے کس نے ایسی بات کی ہے؟ ان کے اقوال کو بیان کریں اور حوالہ بھی ذکر کریں! کیا اس پر ان کا اجماع ہے یا اختلاف رکھتے ہیں؟!

جہاں تک ہم نے علماء کے کچھ اقوال کا مطالعہ کیا ہے ان میں آپ کے بیان کردہ مطالب کو کہیں نہیں پایا بلکہ اس کے برعکس پایا ہے یعنی کفر اس وقت ثابت ہوتا ہے جب ضروریات دین مانند وجود خدا، توحید، رسالت پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وغیرہ یاان احکام کا انکار کیا جائے جن پر بطور یقین سب کا اتفاق ہے مانند ارکان خمسہ اسلام یا ان کے مانند بقیہ احکام۔

اور پھر اگر کوئی شخص اپنی نادانی وجہالت کی بناء پر ان کا انکار کردے تو اسے تکفیر نہیں کیا جائیگا ہاں مگر ایسی صورت میں کہ جب اس کے لئے مطلب کو یوں بیان کیا جائے کہ اس کی جہالت دور ہو جائے (اسکے باوجود اگر انکار کرے) تو ایسی صورت میں وہ خداوند متعال اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرنے والا شمار قرار پائے گا۔

یہ امور جن کی وجہ سے تم لوگوں کو تکفیر کرتے ہو، ضروریات دین میں سے نہیں اگر کہو کہ ان امور کے شرک ہونے پر سب کا اجماع ہے اور عام وخاص اس سے مطلع ہیں تو ہم

جواب میں یوں کہیں گے کہ ہمارے لئے تمام علماء کے اقوال کو بیان کرو، کم از کم ان میں سے ایک ہزار کے اقوال کونقل کرو! (اور اگر یہ نہیں کر سکتے) تو ان میں سے ایک سو یا دس یا بلکہ فقط ایک شخص کے قول کواس بارے میں نقل کرو! چہ جائیکہ یہ مسئلہ نماز کے مانند اجماعی ہو۔

کتاب ''اقناع'' میں ابن تیمیہ سے جو عبارت نقل ہوئی ہے اسکے علاوہ تم کوئی دوسرا مطلب نہیں دکھا سکتے، البتہ وہ بھی ایک مجمل سی عبارت ہے: ''جو بھی خدا اور اپنے درمیان واسطے قرار دے'' یا اس مطلب کو واضح کرنے کیلیے علماء کے اقوال کی روشنی میں اسکی تفسیر بیان کرو۔

لیکن عجیب بات تو یہ ہے کہ تم ان اقوال کے بیان کرنے اور انہیں اپنی کتب میں نقل کرنے والوں کے خلاف معنی کرتے ہو کہ جنھوں نے ان اعمال کے بارے بحث کی ہے جن کی وجہ سے لوگوں کو تکفیر کیا جاتا ہے انہوں نے نذر، قربانی اور بعض دعاؤں کو (غیر خدا سے) مکروہات میں ذکر کیا ہے؛ اسی طرح قبور سے تبرک، ان پر ہاتھ رکھنے، ان سے خاک اٹھانے اور ان کے اردگرد طواف کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

علماء نے اپنی کتب اور اسی طرح مؤلف کتاب ''اقناع'' نے بھی یوں ہی فرمایا ہے اور آنے والی عبارت مؤلف اقناع کی ہی ہے: ''قبر کے کنارے رات گذارنا، اسے گچ کاری کرنا، نقاشی کرنا، ہموار کرنا، چومنا، طواف کرنا، اس پر اگربتی جلانا، عریضہ حاجت لکھ کر اس میں ڈالنا، تربت قبر سے طلب شفا کرنا یہ سب بدعت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہیں''۔

جبکہ تم انہی اعمال کی وجہ سے لوگوں کو تکفیر کرتے ہو اگر کہو: کہ مؤلف ''اقناع'' اور دیگر علمائے حنبلی مانند مولف کتاب ''فروع'' ایسے جاہل ہیں کہ جو ضروریات دین کو جانتے تک نہیں! تو ہم جواب میں کہیں گے: وہ اور ان کے بزرگ اپنے نظریات کو بیان نہیں

کرتے بلکہ امام احمد بن حنبل کی رائے کونقل کرتے ہیں کہ جو دین کے پیشوا ہیں اور تمام امت انکی امامت کوقبول کرتی ہے!

کیا گمان کرتے ہو کہ جاہل شخص دانشمند پیشواؤں کو چھوڑ کر تمھاری تقلید کرے؟ جبکہ پہلے بھی بیان ہو چکا کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ تقلید فقط مجتھد ہی کی ہوسکتی ہے اور جو شخص درجہ اجتھاد پر فائز نہ ہو وہ صرف مجتھدین کے اقوال کونقل کرسکتا ہے۔

اور اگر لوگوں کو علماء سے سوال کرنے کی اجازت دی گئی ہے تو صرف اسلئے کہ علماء مجتھدین کی رائے کونقل کرتے ہیں ورنہ لوگ مجتھد کی تقلید کرتے ہیں نہ کہ اس عالم کی جو مجتھد کے فتوی کو بیان کرتا ہے۔

تمام علماء نے ان مطالب کو صراحتاً ذکر کیا ہے اگر ان مطالب کو تلاش کرنا چاہو تو مل سکتے ہیں اور ہم نے بھی کافی مقدار میں تمھارے لئے نقل کر دیئے ہیں۔

خلاصہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ جس عبارت سے تم لوگوں کی تکفیر پر استدلال کر رہے ہو وہ تمھارے نظریہ پر دلیل نہیں بن سکتی!

جن علماء نے اس عبارت کونقل کیا ہے اور اس سے استناد کیا ہے وہ بھی نذر، دعا اور قربانی کے بارے بحث کرتے لیکن انہیں سبب کفرنہیں جانتے جس کی وجہ سے انسان دین سے خارج ہوجاتا ہے البتہ ابن تیمیہ نے اپنے بعض اقوال میں بعض دعاؤں جو غیر خدا سے طلب کی جاتی ہیں مانند بخشش گناہ، بارش کا نازل کرنا، فصلوں کا پیدا کرنا وغیرہ کے بارے لکھا ہے کہ یہ کفر ہیں البتہ جب تک ان اعمال کے انجام دینے والے افراد پر دلیل قطعی قائم نہ کر لی جائے اور ان کے شبھہ کو دور نہ کرلیا جائے تب تک انہیں تکفیر نہیں کیا جائیگا۔

خدا کی قسم! تمھاری بات کا لازمہ تو یہ ہے کہ خود ابن تیمیہ اور ان کے پیروکار بھی کافر ہیں! خداوند متعال سے معافی کا طلبگار ہوں۔

وہ دلائل جو اس امر کو روشن کررہے ہیں کہ تم نے اس عبارت سے جو مطلب سمجھا ہے وہ اشتباہ ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ علماء نے تمام مجتھدین کے نظریات کے مطابق اسباب کفر کو کتاب ارتداد میں ایک ایک کر کے ذکر کیا ہے لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ: ''جو کوئی غیر خدا کیلئے نذر کرے، کافر ہے''

بلکہ خود ابن تیمیہ۔ جسکی عبارت سے تم استناد کرتے ہو۔ نے کہا ہے: ''بزرگان سے حاجت طلب کرنے کی خاطر ان کیلئے نذر کرنا اسی طرح ہے جس طرح مخلوق کی قسم کھانا ہے (جو کہ باطل ہے)'' جیسا کہ انکی عبارت گذر چکی ہے کہ مخلوقات کی قسم کھانا شرک اکبر نہیں۔

اور کہا ہے: ''جو بھی یہ کہے کہ میرے لئے نذر کرو تا کہ حاجت پا سکو، تو ایسے شخص سے توبہ طلب کی جائے گی اگر توبہ کرے تو ٹھیک وگرنہ روئے زمین سے فساد کو ختم کرنے کیلئے اسے قتل کر دیا جائیگا''۔

اس نے کفر کو قتل کا سبب قرار نہیں دیا بلکہ روئے زمین سے فساد کے مٹانے کو سبب قتل قرار دیا ہے. اس پہلے بھی نذر کے بارے ان کے اقوال کو ذکر کر چکے ۔

اسی طرح علماء میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ:

''جو بھی غیر خدا سے حاجت طلب کرے کافر ہو جائیگا'' بلکہ جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوگا کہ یہ کام کفر نہیں ہے۔

اور اسی طرح کسی نے یہ نہیں کہا کہ: ''جو کوئی غیر خدا کیلئے قربانی کرے کافر ہو جائیگا'' کیا گمان کرتے ہو کہ انہوں نے جن عبارات کو نقل کیا ان کے معنی کو نہیں سمجھا؟ یا

لوگوں کو دھوکا دینا چاہا؟ یا لوگوں کو تمھاری فہم وفراست پر چھوڑ ڈالا؟ اور وہ بھی ایسا مفہوم جسے نہ تو کہنے والا قبول کرتا ہو اور نہ ہی نقل کرنے والا؛ بلکہ تم نے ہی ان کے اقوال سے کوئی ایسا مفہوم سمجھ لیا ہے جسے وہ خود بھی نہ جانتے تھے؟

کیا انہوں نے اپنے وظیفہ پر عمل نہیں کیا؟ یا یہ کہ لوگ دن رات ان اعمال کو ان کے سامنے اعلانیہ طور پر انجام دیتے رہے، مگر انہوں نے ان افراد کے کفر روشن کو مخفی رکھا تا کہ تم آؤ اور ان کے اقوال سے اس حکم کا استنباط کرو!

نہیں، خدا کی قسم ایسا نہیں وہ ایک وادی میں اور تم دوسری وادی میں ہو؛ وہ ہرگز اس بات کے قائل نہیں جو بات تم کہتے ہو اور دوسری دلیل جو تمھاری رفتار وگفتار کے نادرست ہونے کو واضح کر رہی وہ نماز کی اہمیت ہے وہ نماز جو شہادتین کے بعد اسلام کا عظیم ترین رکن ہے لیکن اسکے باوجود فرمایا: "جو کوئی نماز میں ریاکاری کرے، خداوند متعال اسکی نماز کو قبول نہیں کریگا اور اسے خود اسی کی طرف پلٹا دے گا"؛ بلکہ خود خداوند متعال فرماتا ہے: "میں کسی کو اپنا شریک بنانے سے بے نیاز ہوں، جو شخص کوئی عمل انجام دے اور اس میں کسی اور کو میرا شریک ٹھہرائے تو میں اسے اسی شریک کے حوالے کر دیتا ہوں اور قیامت کے دن اسے کہا جائیگا کہ اپنے عمل کی جزا اسی سے طلب کرو جس کیلئے تم نے انجام دیا تھا!"

بزرگان فرماتے ہیں کہ ریا عمل کو باطل کر دیتی ہے، نہ کہ ریاکار کافر اور اس کا مال و جان مباح ہو جاتا ہے البتہ تمھاری رائے کے مطابق جو بھی ایسے شخص کو کافر نہ سمجھے خود کافر ہو جائے گا۔

تم تکفیر کو ایسے اعمال میں جاری کرتے ہو جو ریا سے بھی کمتر ہیں بزرگان سجدہ۔ جو کہ نماز کا اساسی ترین رکن اور غیر خدا کیلئے نذر و دعا سے مہم تر ہے۔ کے بارے فرماتے ہیں

کہ اگر کوئی شخص سورج، چاند، ستارے یابت کو سجدہ کرے تو کافر ہو جائے گا لیکن ان کے علاوہ کسی اور کے سامنے سجدہ کرنے کے بارے تکفیر کے قائل نہیں ہوئے اگرچہ اسے گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ نہ تو تم علماء کی پیروی کرنے والے ہو اور نہ ہی تمھیں ان کی عبارت سے کوئی سروکار ہے تم اپنی ہی فکر۔ جسے حق سمجھتے ہو۔ پر بھروسہ کرتے ہو اور جو اسکی مخالفت کرے اسے ضروریات دین کا منکر سمجھتے ہو! اور ان مبہم عبارات سے جو استدلال کرتے ہو وہ بھی دوسروں کو فریب دینے کیلئے ہے۔

خلاصہ ہم آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارے اور دوسرے افراد کیلئے علماء کے اقوال سے اپنے نظریات کی تصدیق لے کر آؤ تا کہ ہمارے ذہنوں سے شبھہ دور ہو جائے۔

اگر سوا تہمت لگانے، گالیاں دینے اور کافر قرار دینے کے کچھ نہیں جانتے ہو تو ہم خدا سے مدد طلب کرتے ہیں۔ صدر اسلام میں بھی کچھ لوگ ایسی ہی بلاؤں میں مبتلا ہوئے تھے کہ جن کے زمانہ میں قرآن نازل ہوا تھا اور امت کا آخری فرد اسکے پہلے کی پیروی کرتا ہے!

شبھہ کے ہوتے ہوئے حدود جاری نہیں ہوسکتیں

وہ ادلہ جو تمھارے دوسروں کو تکفیر کرنے کے اشتباہ کو اجاگر کررہی ہیں اوران سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا اور غیر خدا کیلیے نذر کرنا دین سے خروج کا باعث نہیں بنتا ان میں سے ایک یہ ہے کہ:

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح روایت میں دستور فرمایا کہ: ''شبھہ کے ہوتے ہوئے حدود جاری نہیں ہوسکتیں'' حاکم نے اپنی صحیح میں اور ابوعوانہ و بزاز نے سند صحیح کے ساتھ اور ابن سنی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کسی کا حیوان صحرا میں گم ہو جائے تو بلند آواز سے تین بار کہو: ''اے بند گان خدا اسے باندھ ڈالو''؛ یقیناً خداوند متعال کسی کو حاضر کریگا جو اسے باندھ دے گا''۔

طبرانی سے نقل ہوا ہے: ''اگر کوئی شخص مدد چاہے تو کہے اے بندگان خدا میری فریاد کو پہنچو'' اس روایت کو بزرگان نے اپنی کتب میں نقل کیا اور اسے رد بھی نہیں کیا، نووی نے ''اذکار'' میں، ابن قیم نے ''الکلم الطیب'' میں اور ابن مفلح نے ''آداب'' میں اسے نقل کیا وہ کتاب ''آداب'' میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''عبد اللہ فرزند امام احمد بن حنبل کہتا ہے میں نے اپنے والد گرامی سے سنا انہوں نے کہا: میں نے پانچ مرتبہ پیادہ حج کیا ان میں سے ایک سفر میں راستہ گم کر بیٹھا تو میں نے یہ کہنا شروع کردیا: اے بندگان خدا مجھے راستہ کی راہنمائی کریں، مسلسل یہی جملہ کہتا رہا یہاں تک کہ راستہ پالیا''۔

تم جو لوگوں کو غائب یا مردہ شخص سے درخواست کرنے پر تکفیر کرتے ہو اور کفار جو خدا ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں ان کے شرک کو اس شخص کے شرک سے بہتر

گردانتے ہو جو خشکی یا دریا میں غیر خدا کو پکارے. کیا تم اس روایت کو جسے علماء نے قبول کیا ہے ان افراد کیلئے باعث شبہ نہیں سمجھتے ہو ؟ (انا لله و انا الیه راجعون)

کتاب ''مختصر الروضہ'' میں فرمایا ہے: ''صحیح قول یہ ہے کہ جو بھی شھادتین کا اقرار کرتا ہو بدعت کے انجام دینے سے تکفیر نہیں ہوگا البتہ جب تک اس بدعت کا منشا اشتباہ ہو جس میں وہ گرفتار ہوا ہے اور یہ نظریہ ہمارے استاد ابوالعباس ابن تیمیہ کا ہے''۔

کیا گمان کرتے ہو کہ غائب سے درخواست کرنا کفر واجبی ہے لیکن پیشوایان اسلام اسے نہیں جانتے تھے ؟ کیا خیال کرتے ہو کہ اگر تمھاری رائے صحیح بھی ہو تو کیا اسکے بیان کرنے سے لوگوں پر حجت تمام ہوگئی ؟

ہم یہاں پہ ابن تیمیہ کے کلام کو بیان کرتے ہیں جس سے تم نے مسلمانوں کی تکفیر پر استدلال کیا ہے شاید اس سے تمھیں بیشتر فائدہ ہو ورگرنہ جو مطالب پہلے ذکر کر چکے وہی کافی ہیں۔

اس نے کتاب ''اقتضاء صراط المستقیم'' میں کہا ہے: '' جو شخص بھی ایسے مکان کا ارادہ کرے جسکی زیارت کو شریعت میں مستحب قرار نہیں دیا گیا اور اس کا ہدف یہ ہو کہ اسے نیکی ملے تو اس نے حرام عمل کیا. ان میں سے بعض اعمال دوسرے بعض سے بدتر ہیں اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ مکان درخت ہو یا چشمہ، صحرا ہو یا پہاڑ و غار. اس سے بھی بدتر یہ کہ اس مکان کیلئے نذر کرے اور کہا جائے کہ وہاں حاجت پوری ہوتی ہے جیسا کہ بعض گمراہ لوگ کہتے ہیں. اس طرح کی نذروں اور منتوں کے حرام ہونے پر علماء کا اتفاق ہے اور ان پر عمل کرنا جائز نہیں''۔

اس نے متعدد موارد میں بیان کیا ہے کہ ایسے مکانات بیشتر علاقوں میں موجود ہیں .اور اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے: ''بسا اوقات حاجتمند افراد حرام دعا کے ذریعہ سے

اپنے مقصد کو پالیتے ہیں لیکن اس سے کہیں بڑھکر ضرر کر بیٹھتے ہیں! بعض اوقات ان افراد کے نیک اعمال ان کے گناہوں سے بڑھکر ہوتے ہیں تو خداوند متعال ان اعمال نیک کے سبب انہیں بخش دیتا ہے...... نقل ہوا ہے کہ مدینہ منورہ کے رہنے والے ایک شخص نے قبر نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس کھڑے ہوکر ایک غذا کا ارادہ کیا، اچانک ایک سید اس کے پاس آیا اور کہا: یہ غذا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے لئے بھیجی ہے اور فرمایا ہے ہمارے پاس سے چلا جا اس لئے کہ ہمارے جوار میں رہنے والے ایسی غذائیں طلب نہیں کرتے. بعض دوسرے افراد نے بھی اپنی حاجات کو پایا اور انہیں ایسی بات بھی نہیں کہی گئی اسلئے کہ یا تو وہ مجتہد خطا کار تھے یا کسی مجتہد کے مقلد اور پھر نادان و جاہل تھے، چونکہ جاہلوں کے بہت سے اعمال قابل بخشش ہوتے ہیں برخلاف جاننے والوں کے. لہذا حاجت طلب کرنے کے بارے جو کچھ نقل ہوا ہے یہ جاہلوں کیلئے اور اگر ایسے اعمال شرعاً جائز ہوتے تو علماء ان سے بڑھکر ان کی معرفت رکھتے ہوتے. اس بناء پر کسی عمل کے مباح ہونے اور حرام عمل کے انجام دینے والے کے بخشے جانے میں فرق ہے. میں خود کچھ ایسے افراد کو جانتا ہوں جو انبیاء و صالحین گذشتہ سے حاجت طلب کرتے لیکن یہ چیز اس کے شرعاً جائز ہونے کا باعث نہیں بنتی۔

جو چیز اعمال کی مشروعیت واستحباب کا سبب بنتی ہے وہ یہ ہے کہ ان اعمال کو قرآن وسنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیان کیا گیا ہو اور گذشتگان سلف (صحابہ) نے ان پر عمل کیا ہو. اس کے علاوہ باقی اعمال اگرچہ فائدہ مند ہی کیوں نہ ہو لیکن مستحب نہ ہوں گے..... بعض زیارتی اور دوسرے شہروں کے رہنے والوں کی غذا یہی حرام نذریں ہیں، کوئی کہتا ہے مریض ہوا تو نذر کی کہ شفایاب ہوجاؤں، کوئی کہتا ہے دشمنوں نے میرے

خلاف سازش کی تو نذر کی کہ نجات پا جاؤں، کوئی کہتا ہے زندان میں ڈال دیا گیا تو منت مانی ،ان نذر کرنے والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ایسی منتیں ان کی حاجات پوری ہونے کا سبب بنتی ہیں، جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: ''نذر مستحب۔ چہ جائیکہ نذر حرام۔ حاجت بر آوری کا سبب نہیں بنتی''۔آپ بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے جو یہ کہتے ہیں کہ فلاں مقام زیارت یا فلاں مکان پر نذر قبول ہوتی ہے یعنی نذر کرتے ہیں کہ اگر حاجت پوری ہوگئی تو وہاں پر جا کر نذر دیں گے اور اتفاقاً حاجت بھی پوری ہو جاتی ہے......روایت میں آیا ہے کہ قحط سالی کے دوران ایک شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ کی قبر پر جا کر شکایت کرنے لگا اور پھر خواب میں آنحضرت کی زیارت کی تو آپ نے اسے حکم دیا کہ عمر کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ لوگوں کے ہمراہ نماز استقصاء کیلئے شہر سے باہر جائیں (ویسا ہی کیا تو باران رحمت نازل ہوگئی''۔اس طرح کے مسائل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمتر لوگوں سے بھی انجام پا سکتے ہیں اور مجھے خود بھی ایسے امور کا علم ہے۔بہت سے موارد میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دیگر افراد سے درخواست کرنا حاجت کے پورا ہونے کا سبب بن سکتا ہے لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دیگر افراد کا ان درخواست کرنے والوں کو جواب دینا اس درخواست کے مستحب ہونے کی دلیل نہیں بنتا۔کیونکہ درخواست کرنے والوں میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو اسقدر حاجتمند ہیں کہ اگر ان کو جواب نہ ملے تو یہ ان کے ایمان پر اثر انداز ہوسکتا ہے جیسا کہ خود آنحضرت کے زمانہ میں بھی درخواست کرنے والوں کی حالت یوں ہی تھی بعض قبروں پر سال کے خاص ایام صفر یا عاشور وغیرہ میں اجتماعات ہوتے ہیں اور لوگ مختلف شہروں سے وہاں پہ جاتے ہیں جس طرح سال کے خاص ایام میں عرفہ اور مشعر میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ بعض لوگ صراحتاً کہتے ہیں ہم

فلاں وفلاں قبر کا حج بجالانا چاہتے ہیں۔

یہ اعمال جوان قبروں کے پاس انجام پاتے ہیں بعینہ وہی چیز ہیں جس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے. امام احمد بن حنبل نے اسے قبیح جانا اور فرمایا: لوگوں نے اس میں افراط سے کام لیا اور امام احمد نے ان اعمال کی طرف اشارہ کیا جو حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس انجام دیئے جاتے ہیں. شیخ آگے چل کر کہتے ہیں: ''مصر میں نفیسہ خاتون کی قبر یا دیگر کی قبریں اور اس طرح عراق میں اس قبر پر جسے قبر علیؑ و حسینؑ کہا جاتا ہے اور اسی طرح اسلامی سرزمین میں بہت سی ایسی قبور ہیں جنھیں شمار کیا جاسکتا ہے ان پر جو اعمال انجام دیئے جاتے ہیں وہ سارے کے سارے نہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شامل ہیں اور منکر محسوب ہوتے ہیں''

اے بندگان خدا! شیخ کے اقوال میں دقت کریں اور دیکھیں کہ کتنے مقامات پر انہوں نے کنارہ گیری اختیار کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تم نے اسکی عبارت سے جو مفھوم لیا ہے وہ کاملا نادرست ہے

مطلب کو واضح کرنے کیلیے ہم ان مقامات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

(الف) مکانوں، چشموں ، درختوں اور غاروں کیلیے نذر کرنے کے بارے فرمایا: ''یہ منکرات ہیں اور ان پر عمل نہیں کرنا چاہیے'' شیخ نے یہ نہیں کہا کہ نذر کرنے والا کافر و مرتد ہے اور اس کا مال و جان مباح ہے جبکہ تم یہ کہتے ہو۔

(ب) عبارت کا یہ حصہ: ''بعض لوگ دسروں کو نذر کرنے اور اسکی طرف رغبت دلانے کی تشویق کرتے ہیں ایسے افراد گمراہ ہیں لیکن انہیں تکفیر نہیں کیا جایگا جبکہ تم کرتے ہو۔

(ج) عبارت کا یہ حصہ: ''یہ مکان، قبریں اور اس طرح کے اعمال قدیم ہی سے اسلامی سرزمینوں میں فراوان تھے'' نہ اس نے اور نہ ہی دیگر علماء نے ان سرزمینوں کو سرزمین کفر قرار دیا ہے جبکہ تم ایسا کرتے ہو۔

(د) اہل قبور سے درخواست کرنے کو جو کہ بہت زیادہ ہے حرام قرار دیا ہے بلکہ خطائے مجتھدین، مقلد اور جاہل کو قابل عفو و بخشش جانا ہے جبکہ تم ایسے افراد کو کفار قریش سے بھی بدتر جانتے ہو جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلاتے تھے۔

(ن) ''کہا یہ اعمال مشروعیت الٰھی نہیں رکھتے''۔

جبکہ تم کہتے ہو کہ یہ اعمال کفر واجبی ہیں اور یہود و نصاری بھی اس حکم سے آگاہ ہیں اور جو ایسے افراد کو تکفیر نہ کرے وہ خود بھی کافر ہے، اے بندگان خدا بیدار ہو جاؤ!۔

(و) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے افراد کے حاجتمندوں کے جواب دینے کے بارے کہا ہے: اگر جواب نہ پائیں تو ان کے ایمان کو ضرر پہنچ سکتا ہے. تو شیخ نے ایسے افراد کو صاحب ایمان جانا ہے اور ان کی درخواست کے جواب کو خداوند متعال کی جانب سے رحمت سمجھا ہے جو ان کے ایمان کی حفاظت کی خاطر ہے۔

جبکہ تم ایسا عمل کرنے والے شخص کو کافر اور جو اسے تکفیر نہ کرے اسے بھی کافر سمجھتے ہو!

(ھ) ایسے اعمال صحابہ کے دور میں بھی موجود تھے جیسا کہ اس شخص نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قحط سالی کی شکایت کی اور پھر آنحضرت کو خواب میں دیکھا کہ عمر کے پاس جانے کا حکم فرمایا۔

ابن تیمیہ نے یہ نقل نہیں کیا کہ عمر نے اس کے عمل کو منکر سمجھا ہو، جبکہ تم اس جیسے شخص

کو کافر سمجھتے ہو۔

(ی) ایسے اعمال امام احمد بن حنبل کے زمانہ سے بھی پہلے موجود تھے اور بزرگ پیشواؤں نے انہیں قبیح جانا ہے، باوجود اسکے کہ یہ اعمال تمام اسلامی سرزمینوں میں مروج تھے لیکن پیشوایان اسلام میں سے کسی ایک سے نقل نہیں ہوا کہ انہوں نے لوگوں کو ان اعمال کی وجہ سے تکفیر کیا ہو یا انہیں مرتد جانا ہو، ان کی سرزمین کو سرزمین شرک و جنگ قرار دے کر ان سے جنگ کرنے کا حکم صادر کیا ہو۔

یہ وہ باتیں ہیں جو تم کہتے ہو! یہاں تک کہ جو ان موارد میں تکفیر کو جائز نہ سمجھے اسے بھی کافر کہتے ہو۔

کیا واقعا خیال کرتے ہو کہ یہ اعمال وہی واسطے ہیں جنھیں ابن تیمیہ نے اپنی عبارت میں بیان کیا؟

پیشوایان اسلام سے لیکر آج تک آٹھ سو سال گذر چکے ہیں لیکن علمائے اسلام میں سے ایک عالم نے بھی ان اعمال کو کفر نہیں جانا. اور کوئی عاقل ایسا گمان بھی نہیں کرسکتا۔

خدا کی قسم! تمھارے کلام سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام احمد بن حنبل کے بعد تمام امت اسلامی چاہے علماء ہوں یا حکام وعوام سب کافر و مرتد ہوں۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون) خدا سے پناہ چاہتا ہوں، خدا سے پناہ چاہتا ہوں خدا سے پناہ چاہتا ہوں۔

کیا تم بھی یہ کہتے ہو جیسا کہ تم میں سے بعض نے کہا کہ تمھارے سوا حجت تمام نہیں ہوتی؟ اور سلف نے اسلام کو نہیں پہچانا؟ اے بندگان خدا بیدار ہو جاؤ!

ہم نے ابن تیمیہ کی عبارت کو نقل کر کے واضح کردیا کہ ان اعمال کو شرک اکبر سمجھنا جیسا کہ تم سمجھتے ہو نادرست ہے. جیسا کہ شیخ کی عبارت ''جو کوئی خدا اور اپنے درمیان واسطہ

قرار دے'' سے جو کچھ تم نے سمجھا ہے وہ غلط و نادرست ہے۔

خداوند متعال ہمیں اور آپکو گمراہی سے نجات دے۔

افکار وہابیت کے باطل ہونے کے دلائل

پہلی دلیل

جو ادلہ تمھارے افکار کے باطل ہونے کو روشن کر رہی ہیں ان میں ایک مسلم (۱) کی وہ روایت ہے جسے اس نے ثوبان کے ذریعہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''خداوند متعال نے پوری زمین کو میرے سامنے رکھا میں نے اس کے شرق وغرب کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ مستقبل میں میری امت اس پر حکمرانی کریگی مجھے سرخ وسفید دو خزانے عطا کئے گے. میں نے خداوند متعال سے التماس کی کہ میری امت کو قحط سالی کے ذریعہ نابود نہ کرنا اور نہ ہی ان کی نابودی کیلئے ان پر ایسا دشمن مسلط کرنا جو ان میں سے نہ ہو تو خداوند متعال نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میں کوئی حکم صادر کر دیتا ہوں تو پھر وہ قطعی ہو جاتا ہے اور اس میں بازگشت نہیں ہوتی لیکن تیری امت کے بارے میں تجھ پر یہ احسان کرونگا کہ نہ تو انہیں قحط سالی سے نابود کروں اور نہ ہی ان پر کسی بیگانے دشمن کو مسلط کروں بلکہ یوں ہو گا کہ انہی میں سے ایک گروہ دوسرے کو نابود کرے گا اور ایک گروہ دوسرے کو قیدی بنائے گا اور جب تک زمین ان کے اختیار میں رہے گی تب تک یہ سلسلہ رہے گا''۔(۲)

۱۔ مسلم بن حجاج نیشاپوری محدثین اہل سنت میں سے ہے اسکی کتاب صحیح مسلم ہے جو صحاح ستہ میں سے ایک اور اہل سنت کے نزدیک معتبر ترین منبع حدیثی شمار ہوتی ہے اس نے (۲۶۱ ق) میں وفات پائی۔

۲۔ صحیح مسلم ۴: ۲۲۱۱، کتاب الفتن، ح ۲۸۸۹.

یہ روایت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ خداوند متعال اس امت پر کسی بیگانے دشمن کو مسلط نہیں کریگا بلکہ اسی امت کا ایک گروہ دوسرے گروہ پر مسلط ہوگا اور عام وخاص کیلئے واضح ہے کہ جن اعمال کی وجہ سے تم دوسروں کو تکفیر کر رہے ہو یہ اعمال اسلامی سرزمین میں سات سو سال سے زیادہ عرصہ سے مرسوم ہیں اگر یہ اعمال بتوں کی پرستش یا واسطے قرار دینا ہوتا، تو ان سرزمینوں پر زندگی بسر کرنے والے کافر ہوتے اور جو ان کو کافر نہ جانتا وہ بھی کافر ہوتا جیسا کہ تمھارا نظریہ ہے. لیکن ان اعمال کے اسقدر آشکار ہونے کے باوجود علماء وحکام نے ان افراد کو نہ تو تکفیر کیا اور نہ ہی مرتد قرار دیا. بلکہ ابن تیمیہ کے بقول تو مسئلہ اسقدر وسیع تھا کہ بہت سے لوگوں کی خوراک بھی یہی حرام نذریں تھیں اور لوگ حج سے بڑھکر ان زیارتی مقامات پر جاتے. ہاں اگر جرأت رکھتے ہو تو علماء یا حکام میں سے کسی ایک فرد کا نام تو بتاؤ جس نے تمھاری طرح کا نظریہ پیش کیا ہو؟

اگر وہ لوگ کافر تھے اور علماء وحکام نے انہیں تکفیر نہ کیا بلکہ مسلمان سمجھا، تو پھر کہنا چاہیے کہ علماء وحکام بھی کافر تھے اسلیئے کہ جو بھی مشرکین کو جو خدا کے علاوہ معبود بناتے ہیں تکفیر نہ کرے وہ کافر ہے اور پھر نتیجہ یہ نکلے گا کہ مندرجہ بالا حدیث کے برعکس کافروں کا ایک گروہ اس امت کے امور پر مسلط رہا ہو۔

خداوند متعال ہی توفیق دینے والا اور صاحب اختیار ہے۔

اگر تم کہو کہ ''برقانی'' میں اس روایت میں اس جملہ کا اضافہ ہے: ''مجھے اپنی امت کے بارے گمراہ کنندہ اماموں کا خوف ہے۔

اور اس وقت تک قیامت برپا نہ ہوگی جب تک میری امت کا ایک گروہ مشرکین سے ملحق نہ ہو جائے اور ایک گروہ بتوں کی پرستش کرنے لگے. میری امت میں تیس کذاب

آئیں گے جو دعوائے نبوت کریں گے جبکہ خدا کا آخری نبی میں ہوں اور میرے بعد کوئی دوسرا نبی نہ آئے گا میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا اور قیامت تک دشمن اسے نقصان نہ پہنچا پائے گا''۔

تو جواب میں کہیں گے:

اتفاقاً معاملہ برعکس ہے، اور روایت کا یہ حصہ بھی تمھارے نقصان میں ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرک وکفر سے خوف کا اظہار نہیں فرما رہے بلکہ گمراہ کنندہ اماموں سے ڈر رہے جیسا کہ یوں ہی تھا اور اب بھی ہے. اگر یہ امام کافر ہوتے تو آنحضرت یہ آرزو کرتے کہ ایک گروہ آگے بڑھے اور انہیں نابود کردے۔

روایت کے اس حصہ میں جو مطالب ذکر ہوئے وہ سب محقق ہو چکے اور انھیں آنحضرت کی نبوت کی علامات بھی قرار دے سکتے ہیں. اور آنحضرت کا یہ فرمانا کہ: ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا'' یہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ یہ اعمال جو تمام اسلامی سرزمینوں میں مروج ہیں بت پرستی نہیں، اگر ایسا ہوتا تو وہ گروہ جو حق پر ہے ان سے جنگ کرتا جبکہ تم سے پہلے اس امت کے کسی فرد نے ان مسائل کے سبب نہ تو جنگ کی اور نہ ہی لوگوں کو تکفیر کیا۔

اگر کوئی ایسا فرد ہے تو بتلاؤ لیکن کیسے ممکن ہے؟

اور یہ تمام مطالب آنے والی روایت سے روشن ہو جائیں گے.

والحمد للہ رب العالمین۔

دوسری دلیل

ان ادلہ میں سے جو تمھارے لوگوں کو تکفیر کرنے کے افکار کے باطل ہونے کو واضح کررہیں ایک یہ روایت ہے جسے بخاری نے معاویہ بن ابی سفیان سے اپنی صحیح میں نقل کیا وہ کہتا ہے میں نے رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے فرمایا:

''خدا جس سے بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی معرفت عطا فرماتا ہے میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور دیتا اللہ ہے اور اس امت کا معاملہ ہمیشہ درست رہے گا یہاں تک کہ قیامت برپا ہو۔(۱)

یہ اعمال قدیم سے ہی اس امت میں مروّج ہیں جبکہ رسولخداؐ فرمارہے:

اس امت کے اعمال قیامت تک صحیح رہیں گے۔

اگر یہ اعمال بت پرستی تھے تو امر امت مستقیم نہ رہا بلکہ برعکس ہوگیا! اور ان کی سرزمین، سرزمین کفر تھی اس لئے کہ اس میں اعلانیہ طور پر بت پرستی کی جاتی. کیسے یہ عمل باعث استقامت بن گیا؟! مطلب بالکل واضح ہے۔

اگرچہ روایت صحیح کے اندر بعض ایسے مطالب موجود ہیں جو اس سابقہ مطلب سے کاملاً منافات رکھتے ہیں جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم وہی سابقہ امتوں والے کام انجام دوگے'' یا یہ کہ فرمایا: ''یہ اُمت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی جن میں سے ایک فرقہ کے علاوہ باقی سب جھنمی ہوں گے۔

تو جواب وہی ہے جو علماء نے بیان فرمایا کہ ان مطالب کے اندر کسی قسم کا تضاد

۱۔ صحیح مسلم ۳: ۸۵۲، کتاب الاعتصام، ح ۲۱۷۲.

موجود نہیں ہے اس لئے کہ یہ سب فرقے مسلمان ہیں نہ کافر. ہاں مگر جو دل سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکذیب کرتے ہیں وہ منافق شمار ہونگے۔

اور یہ جو فرمایا: ''جہنمی ہوں گے'' یہ ایک طرح کی تنبیہ ہے جس طرح گناہ کبیرہ مانند قتل، یتیم کا مال کھانا اور سود کے انجام دینے والے کو کیجاتی ہے نہ کہ انکے کی دلیل ہے۔

تمام علماء کا نظریہ یہ ہے کہ نجات یافتہ فرقہ وہی ہے جو ہر طرح کی بدعتوں سے محفوظ اور ہدایت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرر ہا ہو۔

البتہ وہ روایت کہ: ''تم سابقہ امتوں والے کام انجام دو گے'' اس بارے میں ابن تیمیہ کا قول نقل کرتا ہوں: یہ مطلب تمام امت کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ بصورت متواتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ: ''اس امت میں سے ایک گروہ قیامت تک حق پر رہے گا'' اور یہ کہ: ''امت گمراہی پر اتفاق نہ کرے گی'' یا اسی طرح ''ہرگز میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی'' یا یہ کہ ''ہمیشہ میری امت میں ایک فرد ایسا ہوگا جو لوگوں کو اطاعت خدا کی دعوت دے گا''۔

بنابرایں معلوم ہوگیا کہ اس امت میں ایک گروہ حقیقی اسلام کا پابند ہے اور ایک گروہ آئین یہود کی طرف مائل ہے اور دوسرا دین مسیحیت کی طرف جھکاؤ رکھتا ہے۔

اگرچہ ہر طرح کے انحراف کی وجہ سے لوگوں کو تکفیر نہیں کیا جاسکتا بلکہ بسا اوقات فاسق بھی نہیں ہیں''۔

اور پھر ابن تیمیہ کہتا ہے: ''بعثت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت لوگ جاہلیت کی زندگی بسر کر رہے تھے لیکن آپ کی بعثت کے بعد اس قدر عام جاہلیت باقی نہ رہی، اسی لئے آنحضرت کی امت کا ایک گروہ قیامت تک حقیقی مسلمان رہے گا۔

ہاں البتہ جاہلیت نسبی بعض اسلامی سرزمینوں یا بعض افراد میں ممکن ہے موجود ہو، جیسا کہ پیغمبر ﷺ نے ایک روایت میں فرمایا: ''میری امت کے چار کام جاہلیت والے ہیں'' اس بناء پر آئین جاہلیت قیامت تک پلٹ کر نہ آئے گا۔

پیغمبر ﷺ کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ واضح ہوگیا کہ دین اسلام تمام اسلامی سرزمینوں کے اندر موجود ہے اور تمام فرقے مسلمان ہیں جبکہ حق بطور کامل تمھارے افکار کے مخالف ہے. اگر تمھارے افکار صحیح ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آٹھ سو سال پہلے سے آج تک روئے زمین پر تمھارے سوا کوئی مسلمان رہا ہی نہیں ہے!

اور تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ نجات یافتہ فرقہ کے اوصاف جو کلام پیغمبر ﷺ میں ذکر ہوئے اور علماء نے بیان کیے، ان میں سے ایک صفت بھی تمھارے اندر موجود نہیں!

تیسری دلیل

وہ ادلہ جو تمھارے افکار کے باطل ہونے کو ثابت کر رہی ہیں ان میں سے ایک یہ روایت ہے جسے بیہقی، ابن عدی اور دیگران نے پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا: ''ہر زمانے میں کچھ عادل لوگ ہیں جو علم دین حاصل کرتے ہیں اور دین کو غالیوں کی تحریف، دشمنوں کے انحراف اور نادانوں کی تأویل سے محفوظ رکھتے ہیں'' (۱)۔

کتاب ''آداب'' میں آیا ہے کہ: ''احمد بن حنبل سے اس حدیث کے بارے سوال کیا گیا تو فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے''۔

ابن قیم کہتا ہے: ''یہ حدیث مختلف صورتوں میں وارد ہوئی ہے کہ جو مجموعی طور پر قابل اعتماد ہے''. اس حدیث مبارکہ میں پیغمبر ﷺ نے علماء کو عادل سے تعبیر فرمایا ہے اور ہم بارہا کہہ چکے کہ یہ اعمال جن کی وجہ سے تم لوگوں کو کافر قرار دیتے ہو سات سو سال سے موجود ہیں اور ابن قیم کے مطابق تمام اماکن میں منتشر ہو چکے اور ہر علاقہ میں کچھ نہ کچھ لوگ ان اعمال کو انجام دیتے ہیں؛ لیکن نہ خود اس نے اور نہ اس سے پہلے یا بعد والے علماء نے ان کو کافر ومشرک قرار دیا اور نہ ہی ان کی سرزمین کو سرزمین کفار قرار دے کر ان سے جنگ کی، جبکہ وہ علماء عادل اور دین کو انحرافات سے بچانے والے ہیں یہ انحرافات اس قدر زیادہ تھے کہ ابن قیم کہتا ہے: ''کتنے کم ہیں ان اعمال کو ترک کرنے والے اور کتنے کم ہیں جو ان اعمال کی مخالفت کرنے والوں سے دشمنی نہ رکھتے ہوں!''۔

یعنی امت کے اکثر افراد ان اعمال کو انجام دیتے ہیں اور جو خود انجام نہیں دیتے وہ

۱۔ کنز العمال ح ۲۸۹۱۸۔

ان اعمال کی مخالفت کرنے والوں سے دشمنی رکھتے ہیں. اگر تمھارے افکار درست ہوں کہ ۔نعوذ باللہ۔ پوری امت شرک اکبر میں مبتلا ہو چکی تھی تو یہ حدیث اور اس سے پہلے اور بعد والی احادیث تو اس کی نفی کر رہی ہیں. جو شخص توفیق رکھتا ہو اس کے لئے یہ مطلب بالکل واضح وروشن ہے۔ والحمدللہ۔

وہ ادلہ جو تمھارے افکار کے باطل ہونے پر دلالت کر رہی ہیں ان میں سے ایک یہ روایت ہے جو صحیحین میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوئی کہ آپ ؐ نے فرمایا:

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا اور دشمن قیامت تک انھیں گزند نہ پہنچا سکے گا''(۱)۔

ابن تیمیہ اس حدیث کے بارے میں کہتا ہے: ''جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس امت کے اندر ہمیشہ ایک گروہ منصور ہے جو علم وشمشیر سے مدد لیتے ہوئے کامیاب ہوتا ہے اور وہ مصیبتیں جو بنی اسرائیل اور دوسری امتوں کو درپیش آتیں کہ دشمنوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتے، اس امت کو درپیش نہ آئیں گی. اگر ایک طرف سے شکست کھا جائیں تو دوسری طرف فاتح قرار پائے گی. ہرگز تمام امت پر دشمن مسلط نہ ہوگا، البتہ ان کے درمیان اختلاف وفتنہ ایجا ہوگا اور وہ گروہ اہل سنت ہے جیسا کہ واضح ہے اور یہ روایت انھیں کے بارے میں ہے''۔

یہ روایت اس گروہ کے اوصاف کو یوں بیان کر رہی ہے: وہ آشکار ہیں نہ کہ پنہاں، فاتح ہیں نہ کہ شکست خوردہ، اسلامی مملکتیں کبھی بھی ان سے خالی نہیں، دشمن ان پر غالب

۱۔صحیح مسلم ۳:۲۰۴، کتاب الامارۃ، ح ۴۳۰.

نہیں آیا، جب یوں ہے تو پھر کیسے آپ کے افکار کو قبول کیا جا سکتا ہے، درحالانکہ سات سو سال سے بھی زیادہ عرصہ سے اسلامی مملکتیں ان اعمال سے پر ہیں؟

کسی بھی زمانہ میں نہ تو کسی نے تمھاری طرح کا رویہ اپنایا اور نہ ہی ایسا نظریہ بیان کیا تمھارے پاس علی (علیہ السلام) کے غالیوں اور صدیق کے مرتدوں کے قتل کرنے کے قصہ کے علاوہ کوئی اور دلیل نہیں (جبکہ اس کا جواب بھی دے چکے). خلاصہ جو شخص بھی ذرہ سی دینی معلومات رکھتا ہو، سمجھ سکتا ہے کہ ان واقعات سے تمھارا یہ نتیجہ نکالنا مضحکہ خیز ہے اور اشتباہ کے رفع ہونے پر خدا کی حمد وثنا کرتا ہوں۔

خدا کی قسم! یہی روایت تمھارے افکار کے باطل ہونے پر کافی ہے البتہ سننے والے کان ہوں تو! خداوند متعال سے ملتمس ہوں کہ تمھیں ہلاکت سے نجات دے۔

انه جواد کریم.

چوتھی دلیل

تمھارے افکار کے باطل ہونے پر ایک اور دلیل یہ روایت ہے جسے صحیحین میں ابو ہریرہ سے نقل کیا گیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کفر کی جڑیں مشرق میں ہونگی'' اور ایک دوسری نقل کے مطابق: ''ایمان یمن میں ہے اور فتنہ یہاں (نجد) سے کہ شیطان کی شاخ یہاں سے ظاہر ہوگی'' (۱)۔

اسی طرح صحیحین میں ابن عمرؓ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے مشرق کی طرف رخ کر کے فرمایا: ''فتنہ یہاں سے ظاہر ہوگا''۔

اور بخاری نے روایت مرفوعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''خداوند ہمارے شام اور یمن میں ہمیں برکت دے، خداوند ہمارے شام اور یمن میں برکت دے'' لوگ کہنے لگے: اور ہمارے نجد میں بھی! فرمایا وہاں پہ زلزلے اور فتنے برپا ہوں گے اور شیطان کی شاخ وہاں سے پھوٹے گی!'' (۳)۔

احمد بن حنبل نے بھی روایت مرفوعہ میں ابن عمرؓ کے واسطہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''خدایا ہمارے شہر مدینہ میں برکت دے، ہمارے صاع اور مدمیں ہمیں برکت دے اور ہمارے یمن اور شام میں برکت عطا کر''. اور پھر

۱۔ صحیح مسلم ۴: ۲۲۲۹، کتاب الفتن، ح ۲۷۵۹۔ یہی روایت ابن عمر نے تھوڑے سے فرق کے ساتھ نقل کی ہے۔

۲۔ صحیح مسلم ۴: ۲۲۲۹، کتاب الفتن، ح ۲۷۶۰

۳۔ صحیح بخاری ۳: ۲۷۷، کتاب الفتن، ح ۱۹۷۱

مشرق کی طرف رخ کر کے فرمایا: یہاں سے شیطان کی شاخ ظاہر ہوگی اور یہاں سے زلزلے اور فتنے ظاہر ہوں گے!''۔

میں گواہی دیتا ہوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درست فرمایا. آپ، آپ کے خاندان اور آپ کے تمام اصحاب پر درود و سلام ہو. امانت الٰہی کو حقیقتاً ادا کیا اور رسالت کو انجام تک پہنچایا۔

ابن تیمیہ کہتا ہے: ''مسیلمہ کذاب مشرق سے اٹھا اور دعوائے نبوت کیا، ایک گروہ نے اس کی پیروی کی. ابوبکر صدیق خلیفۂ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے جنگ کی اور پیغمبرؐ کے بعد یہ سب سے پہلا حادثہ تھا جو پیش آیا''۔

یہ روایت چند ایک اعتبار سے ہمارے دعوی پر دلالت کر رہی ہے کہ جن میں سے کچھ کی طرف ہم اشارہ کر رہے ہیں۔

پہلا یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا فرمایا کہ ایمان یمن سے اور فتنہ شرق سے ظاہر ہوگا. دوسرا یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بار حجاز اور اہل حجاز کے لئے دعا فرمائی لیکن اہل شرق کے لئے دعا کرنے سے انکار کر دیا اس لئے کہ وہ فتنوں کا گڑھ ہے. تیسرا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے پہلا فتنہ ہماری سرزمین سے ہی ایجاد ہوا (1)۔

ان اعمال کی وجہ سے تم لوگوں کو کافر قرار دیتے ہو اور جو ان کو کافر نہ جانے اسے بھی کافر گردانتے ہو، جبکہ یہ اعمال مکہ، مدینہ، یمن اور کئی دوسرے علاقوں میں سالہا سال سے مرسوم ہیں. ہماری سرزمین تو وہ ہے کہ سب سے پہلا فتنہ یہاں سے ایجاد ہوا اور بطور کلی چاہے عصر

۱۔ صحیح بخاری ۳:۲۷۷، کتاب الفتن، ح ۱۹۷۱

(۲) مؤلف کتاب کا تعلق نجد سے ہے جہاں سے وہابیت نے اپنے مذہب کی تبلیغ کا آغاز کیا۔

عصر قدیم ہو یا عصر حاضر جس قدر یہاں سے فتنے ظاہر ہوئے اس قدر کہیں اور سے نہیں!

اب تم یہ سمجھتے ہو کہ تمام لوگوں پر تمھارے افکار کی پیروی کرنا واجب ہے اور جن لوگوں نے تمھاری پیروی تو کی لیکن ان افکار کو اپنے علاقہ میں آشکار کرنے پر قادر نہیں یعنی اپنے اہل وطن کو تکفیر نہیں کر سکتے تو ان پر واجب ہے کہ تمھارے شہر کی طرف ہجرت کریں۔ اس لئے کہ تمھارے عقیدے کے مطابق تم ہی نجات یافتہ فرقہ ہو۔

جبکہ یہ حدیث پیغمبر ﷺ کی مخالفت ہے اس لئے کہ خداوند متعال نے پیغمبر ﷺ کو قیامت کے تک ہونے والے حوادث سے مطلع کیا اور آپ نے اسی بناء پر حوادث امت کو بیان کیا ہے۔

اگر پیغمبر کو معلوم ہوتا کہ سرزمین شرق خصوصا نجد جو کہ مسیلمہ کا علاقہ ہے بعد میں سرزمین ایمان قرار پائے گی اور نجات یافتہ فرقہ وہاں سے ہوگا، ایمان وہاں پہ آشکار ہوگا جبکہ باقی سرزمینوں میں پنہاں۔ حرمین شریفین اور یمن آئندہ سرزمین کفر میں تبدیل ہوجائیں گے، وہاں پہ بتوں کی پرستش ہوگی اور وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہوجایگا، تو لوگوں کو ان امور سے آگاہ کرتے اور اہل شرق خصوصاً اہل نجد کیلئے دعا فرماتے اور اہل حرمین شریفین واہل یمن کے حق میں بددعا فرماتے اور ان سے اظہار بیزاری فرماتے۔

لیکن چونکہ معاملہ بالکل برعکس تھا لہذا آپ نے فرمایا: کہ شرق اور خصوصاً نجد سے شیطان کی شاخ ظاہر ہوگی اور وہیں سے فتنہ ایجاد ہوگا۔

جبکہ آج تم ان لوگوں کو کافر قرار دے رہے جن کے حق میں پیغمبر ﷺ نے دعا فرمائی، اور وہ سرزمین جس کے لئے دعا کرنے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ شاخِ شیطان اور

فتنے وہاں سے ظاہر ہوں گے، اُسے سرزمین ایمان قرار دیتے ہو اور اُسکی طرف ہجرت کرنے کو واجب سمجھتے ہو۔

پانچویں دلیل

تمھارے افکار کے باطل ہونے پر مزید دلیل یہ روایت ہے جسے صحیحین میں عقبہ بن عامر سے نقل کیا گیا ہے کہ پیغمبر ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

''مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن اس بات کا خوف ہے کہ دنیا دار بن جاؤ اور سابقہ اُمتوں کے مانند ہلاک ہو جاؤ''. عقبہ کہتا ہے کہ یہ آخری موقع تھا کہ پیغمبر ﷺ منبر پر تشریف لے گئے (۱)۔

پیغمبر ﷺ نے قیامت تک اس امت کو درپیش آنے والے اتفاقات کی خبر دی ہے اس روایت میں بیان فرمایا کہ امت کے بت پرست ہونے کا خوف نہیں اور جس چیز کا خوف تھا اس سے آگاہ فرما دیا۔

جبکہ تم کہتے ہو کہ وہی چیز درپیش آئی جس کا پیغمبر ﷺ کو خوف نہ تھا اس لئے کہ امت بت پرست بن گئی اور ان کی سرزمین بتوں سے بھر گئی۔

اور عجیب یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ جو ان افراد کو تکفیر نہ کرے، کافر ہے. جبکہ واضح ہے کہ تمام مسلمان ان اعمال کے انجام دینے والوں پر احکام اسلام کو جاری کرتے ہیں. پس تمھارے نزدیک تمھاری سرزمین کے علاوہ باقی تمام سرزمینیں سرزمین کفر ہیں۔

اس سے عجیب یہ کہ یہ اسلام بیس سال پہلے تمھاری سرزمین میں ظاہر ہوا جبکہ اس سے پہلے اس کا وجود تک نہ تھا! بنا برایں اس حدیث سے بھی تمہارے افکار کا باطل ہونا ثابت ہو گیا ہے والحمد للہ رب العالمین۔

۱۔ صحیح بخاری ۳: ۵۸۳، کتاب المغازی ح ۳۸۱۶۔

اگر کہو: کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نقل ہوا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''بزرگترین چیز جس کی وجہ سے میں اپنی امت کے بارے میں ڈر رہا ہوں، شرک ہے'' اس بناء پر ہماری رائے درست ہے۔

تو جواب میں کہیں گے کہ ہاں یہ روایت درست ہے اور اس میں کسی قسم کا منافات نہیں؛ البتہ اس حدیث اور اس کی مشابہ باقی احادیث میں شرک سے مراد شرکِ اصغر ہے، جیسا کہ شداد بن اوس، ابو ہریرہ اور محمود بن لبید کی روایات میں بیان ہوا ہے. اور ایسا ہی ہوا کہ شرک اصغر نے تمام جگہوں کو گھیر لیا. جیسا کہ آنحضرتؐ دنیا طلبی پر جنگ اور فتنوں کے ایجاد ہونے پر ڈر رہے تھے ویسا ہی ہوا!

جبکہ تم شرک اصغر کو شرک اکبر سمجھتے ہو اور اسی کی وجہ سے مسلمانوں کو تکفیر کرتے ہو اور جو اس کی مخالفت کرے اُسے بھی تکفیر کرتے ہو۔

چھٹی دلیل

تمھارے نظریات کے باطل ہونے پر مزید دلیل صحیح مسلم(1) کی وہ روایت ہے کہ جسے جابر بن عبداللہ نے پیغمبر ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: شیطان اس بات سے ناامید ہو چکا ہے کہ جزیرۃ العرب میں نماز گذار (مسلمان) اس کی پرستش کریں لیکن ان کے درمیان فتنہ برپا کرنے سے ناامید نہیں ہے۔

حاکم ابو یعلی اور بیہقی نے نقل کیا ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ ابن مسعود نے رسولخدا ﷺ سے روایت نقل کی ہے آپ نے فرمایا: ''شیطان سرزمین عرب میں بتوں کی پرستش سے ناامید ہو چکا ہے اور اس سے کمتر گناہوں سے دل بہلائے ہوئے ہے''۔

امام احمد بن حنبل، حاکم اور ابن ماجہ نے شداد بن اوس سے نقل کیا ہے جبکہ امام احمد اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ شداد کہتا ہے: ''میں نے رسول خدا سے سنا آپؐ نے فرمایا: اپنی امت کے شرک انجام دینے سے ڈر رہا ہوں. میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کی امت آپ کے بعد مشرک ہو جائے گی؟ فرمایا: ہاں، لیکن نہ یہ کہ بتوں اور سورج و چاند کی پرستش کرنے لگیں گے بلکہ اعمال میں ریاکاری کریں گے''۔

جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکے کہ خداوند متعال نے پیغمبر ﷺ کو جس قدر چاہا، اپنے علم غیب سے مطلع کیا ہے اور قیامت تک اس امت کو درپیش آنے والے مسائل سے آگاہ کیا ہے. اسی بنا پر آنحضرت نے فرمایا کہ شیطان جزیرۃ العرب میں اس سے ناامید ہو چکا

---

(1) صحیح مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار۔

ہے کہ نماز گذار اس کی پرستش کریں. ابن مسعود والی روایت میں فرمایا: شیطان سرزمین عرب میں بتوں کی پرستش سے ناامید ہو چکا ہے اور شداد والی روایت میں فرمایا: وہ لوگ بتوں کی پرستش نہیں کریں گے۔

یہ سب تمھاری رائے کے مخالف ہے اس لئے کہ عراق میں علی وحسین رضی اللہ عنہما کے مزار ہیں اور بصرہ، اس کے اطراف، پورا یمن اور حجاز یہ سب سرزمین عرب ہے جبکہ تم کہتے ہو ان تمام جگہوں میں شیطان اور بتوں کی پرستش ہوئی ہے اور وہاں کے تمام لوگ کافر ہیں. لہذا یہ احادیث بھی تمھارے افکار کے باطل ہونے کو ثابت کر رہی ہیں. کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ زمانہ ارتداد میں سرزمین عرب میں شرک پایا گیا ہے اس لئے کہ وہ شرک بہت کم مدت کیلئے تھا جس کی پرواہ نہیں کی جاسکتی؛ اور یہ ویسا ہی ہے کہ ایک یا دو آدمی سرزمین عرب میں آئیں اور مخفیانہ طور پر غیر خدا کی پرستش کرنے لگیں. البتہ یہ اعمال جن کو شرک اکبر تصور کر رہے ہو صدیوں سے سرزمین عرب میں موجود ہیں۔

اگر یہ اعمال شرک ہوتے تو فرقۂ ناجیہ ان کی مخالفت اور ان اعمال کی پیروی کرنے والوں سے جنگ کرتا. اور اگر تم یہود ونصاریٰ کے قول سے استناد کرو کہ وہ ان اعمال کو بت پرستی سمجھتے ہیں تو جواب میں کہیں گے کہ یہ تہمت سے بڑھ کر کچھ اور نہیں، اس لئے کہ وہ اپنے انحراف اور غلو وحسد کی بناء پر یوں کہتے ہیں. خداوند متعال انھیں رسوا اور اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب قرار دے گا:

﴿"هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ

كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾(۱)

ترجمہ: وہ خداوہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب بنائے چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔

خدا کی قسم! فتنۂ شہوات اور ظلم کرنا۔ جو کہ اسلام کے خلاف اور اس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ فتنۂ شبہات سے کئی گنا کمتر ہے کہ جس کے ذریعہ لوگوں کو دین سے گمراہ کیا جاتا ہے اور تم اس دوسرے میں مبتلا ہو اس لئے کہ جو افراد شبہات میں مبتلا ہوتے ہیں وہ اس آیت شریفہ کا مصداق ہیں:

﴿"قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا"﴾(۲)

ترجمہ: جو اپنے اعمال میں بدترین خسارہ میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش زندگانی دنیا میں بہک گئی ہے اور خیال کرتے ہیں کہ یہ اچھے اعمال انجام دے رہے ہیں۔

تمھارے عقیدے کے باطل ہونے پر مزید دلیل یہ روایت ہے جسے امام احمد بن حنبل، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن احوص سے نقل کیا ہے اور ترمذی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے عمر کہتا ہے:

"حجۃ الوداع کے موقعہ پر میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپؐ نے فرمایا:

اسی طرح صحیح حاکم میں ابن عباس سے نقل ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: آگاہ ہو جاؤ شیطان تمھاری سرزمین سے ناامید ہو چکا ہے کہ یہاں اس کی پرستش کیجائے، البتہ بعض چھوٹے اعمال میں

۱۔ توبہ: ۳۳۔

۲۔ کہف: ۱۰۳۔۱۰۴۔

اُسکی پرستش ہوگی اور وہ اسی پہ خوش رہے گا'' (۱)۔

صحیح حاکم میں ابن عباس سے نقل ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''شیطان اس سے ناامید ہو چکا ہے کہ تمھاری سرزمین میں اس کی پرستش کی جائے لیکن وہ اس پر راضی رہے گا کہ بعض اعمال جنھیں تم حقیر سمجھتے ہو ان میں اس کی اطاعت کرو؛ بنا بر ایں اے لوگو! ہوشیار رہنا تمھارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر ان سے متمسک رہو گے تو گمراہ نہ ہونے پاؤ گے وہ کتاب خدا اور اس کے نبی کی سنت ہے (۲)''۔

اس صحیح روایت میں رسول خدا ﷺ نے شیطان کے سرزمین مکہ میں اپنی پرستش سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ناامید ہونے کی خبر دی ہے. اور لفظ ''ہمیشہ'' کے ساتھ تاکید فرمادی تا کہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ یہ ناامیدی کچھ عرصہ کیلئے تھی۔

یہ حدیث رسول اکرم ﷺ ہے اور آپؐ خلاف واقع بیان نہیں فرماتے. چنانکہ یہ ایک بشارت ہے اور آنحضرتؐ حقیقت کے علاوہ بشارت نہیں دیتے۔

آپؐ نے لوگوں کو بت پرستی سے نہیں ڈرایا بلکہ چھوٹے چھوٹے اعمال میں شیطان کے داخل ہونے سے ڈرایا ہے۔

اور یہ اعمال جنھیں تم شرک اکبر جانتے ہو اور ان کے انجام دینے والے کو بت

۱۔ مسند احمد ۲: ۳۶۸، سنن ترمذی، ح ۲۱۵۹، سنن نسائی، ح ۱۲۱۳، ابن ماجہ، ح ۱۰۵۵۔
۲۔ المستدرک علی الصحیحین ۱: ۹۳۔

پرست کہتے ہو، سب سے زیادہ مکہ مشرفہ میں موجود ہیں! اہل مکہ چاہے حکام ہوں یا علماء و عام لوگ چھ سو سال سے زیادہ مدت سے ان پر عمل پیرا ہیں وہ تمھارے اس عقیدے کی وجہ سے تم سے دشمنی اور تمھیں لعن وطعن کرتے ہیں. ان کے علماء و حکام ان اعمال کے انجام دینے والے افراد پر احکام اسلامی کو اجراء کرتے ہیں. اگر تمھارا عقیدہ صحیح ہو تو پھر یہ سب کافر ہیں جبکہ یہ احادیث تمھارے عقیدے کو مکمل طور پر رد کر رہی ہیں۔

مطالب دیگر یہ کہ یہ احادیث جو صحیحین اور بقیہ کتب میں وارد ہوئی ہیں یہ سب فتح مکہ کے بعد آپؐ نے بیان فرمائیں ''اس کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہے''(۱)۔

علماء بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ مکہ سے ہجرت کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا اس لئے کہ مکہ ہمیشہ خانۂ ایمان ہے اور یہ تمھارے عقیدے کے خلاف ہے اس لئے کہ تم اب مکہ سے سرزمین ایمان جو تمھارا منطقہ ہے کی طرف ہجرت کرنا واجب سمجھتے ہو، وہ سرزمین کہ جسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرزمین فتنہ کا نام دیا ہے!

جو شخص توفیق الٰہی رکھتا ہو اور تعصب باطل سے محفوظ ہو اس کے لئے یہ مطالب بالکل روشن ہیں (وللہ المستعان و علیہ التکلان)۔

---

(۱) صحیح بخاری ۴ کتاب الجہاد، ح۲۶۷؛ صحیح مسلم ۳: ۱۲۰ کتاب الامارۃ، ح۸۶۔

ساتویں دلیل

تمھارے عقیدہ کے باطل ہونے پر مزید دلیل یہ روایت ہے جسے صحیح مسلم میں عامر بن سعد سے نقل کیا گیا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: مدینہ ان لوگوں کے لئے بہت بہتر ہے! کاش یہ جانتے ہوتے کہ جو اس سے اعراض کر کے اور منہ موڑ کے چھوڑ دے گا اللہ تعالی اس سے زیادہ بہتر آدمی مدینہ میں اس کے بدلہ میں عطا فرمائے گا، اور جو کوئی اس کی بھوک پیاس، سختی اور مشقت پر صبر کرے گا میں قیامت کے روز اس کا شفیع (شفاعت کرنے والا) یا گواہ ہوں گا۔(۱)

اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جو کوئی بھی مدینہ کی سختیوں پر صبر کرے گا میں روز قیامت اس کا شفیع ہوں گا۔(۲)

اور صحیحین میں جابر سے سند مرفوع کے ذریعہ نقل ہوا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مدینہ ایک بھٹی کی طرح ہے جو اپنے کوڑے اور خراب چیزوں کو باہر کر دیتی ہے۔(۳)

اسی طرح صحیحین میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہوا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"مدینہ کے ناکوں پر فرشتے مقرر ہیں جو طاعون اور دجال کو مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔(۴)

۱۔ صحیح مسلم ۲: ۳۷۱، کتاب الحج، باب فضل المدینہ، ح ۱۰۵۱

۲۔ صحیح مسلم ۲: ۳۸۱، کتاب الحج، باب فضل المدینہ ح ۱۰۸۱۔

۳۔ صحیح بخاری ح ۲: ۳۸۳، کتاب الحج، باب فضل المدینہ، ح ۱۰۸۸۔

۴۔ صحیح بخاری ح ۲: ۳۸۲، کتاب الحج، باب فضل المدینہ، ح ۱۰۸۳۔

اسی طرح صحیحین میں روایت انس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: دجال مکہ ومدینہ منورہ کے علاوہ تمام سرزمینوں میں جائے گا کیونکہ مدینہ میں کوئی ایسا ناکہ نہ ہوگا جس پر پابرہنہ فرشتے موجود نہ ہوں۔(۱)

اور پھر صحیحین میں ابو سعید کی روایت میں سند مرفوع کے ذریعے نقل ہوا ہے کہ: جو آدمی مدینہ والوں کو تکلیف دینے کا ارادہ کرے گا تو اللہ اس کو ایسا پگھلادے گا جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔(۲)

ترمذی شریف میں ابو ہریرہ سے بسند مرفوع نقل ہوا ہے کہ:

سب سے آخر میں نابود ہونے والی سرزمین مدینہ ہے۔(۳)

یہ روایات چند اعتبار سے ہمارے دعوی پر دلالت کررہی ہیں جن میں سے فقط ایک کی طرف اشارہ کررہے ہیں: ان روایات میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو مدینہ میں رہائش پذیر ہونے کی ترغیب دلائی ہے فرمایا: ''جو بھی وہاں پہ مرے............'' یہ سب مطالب تمہارے عقیدہ کے خلاف ہیں اس لئے کہ تمھاری رائے کے مطابق یہ کفرآمیز اعمال مدینہ منورہ میں فراوان تھے اور ہیں، اور ان کا سابقہ چھ سو سال سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن اس شہر کے حکام اور علماء وہاں کے تمام لوگوں پر احکام اسلام کو جاری کرتے ہیں وہ سب تمھارے مکتب کے دشمن اور تمھیں اور تمھارے مکتب کو گالیاں دیتے ہیں!

۱۔ صحیح مسلم ۲: ۳۸۶، کتاب الحج، ح ۱۰۹۰۔

۲۔ صحیح مسلم ۲: ۳۸۴، کتاب الحج، ح ۱۰۹۱۔

۳۔ سنن ترمذی، کتاب المناقب، ح ۳۹۱۹۔

تمھارے عقیدہ کے مطابق وہ سب کافر ہیں اور مسلمانوں پر وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہے. وہاں پہ بڑے بڑے بتوں کی پرستش کی جاتی ہے لہذا وہاں کے لوگوں کیلئے تمھارے منطقہ میں آنا بہتر ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کی شفاعت نہیں کریں گے اس لئے کہ انھوں نے خدا کا شریک ٹھہرایا ہے؛ جبکہ یہ سب روایات تمھارے عقیدے کی نفی کر رہی ہیں اور جو چیز مطلب کو روشن تر کر رہی ہے وہ یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی بشارتوں میں سے ایک بشارت یہ تھی کہ آخر الزماں میں دجال آئے گا لیکن مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوگا۔

دجال وہ ہے جس کے فتنے سے بڑھ کر کوئی اور فتنہ نہیں اس لئے کہ وہ لوگوں کو غیر خدا کی پرستش کا حکم دے گا. اگر یہ اعمال جو تقریباً چھ سو سال سے مدینہ منورہ میں انجام دیئے جا رہے، شرک تھے تو پھر کونسی ایسی خصوصیت ہے جس کی وجہ سے دجال اس میں داخل نہ ہوگا؟ وہ تو شرک کے علاوہ کچھ اور چاہتا نہیں تو یہ کیسی بشارت ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دی؟

اگر یہ سمجھ رہے ہوتے کہ کیا کہہ رہے ہو تو اگر چہ خدا سے شرم نہ ہی کرتے، لوگوں سے ضرور شرمسار ہوتے!

جو شخص بھی احادیث مبارکہ میں تھوڑی سی دقت کرے وہ اس سے بہتر تمھارے مطالب کے ضعف کو سمجھ سکتا ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے. خداوند متعال سے اپنے اور تمھارے لئے فتنوں سے محفوظ رہنے کی دعا کرتا ہوں۔

آٹھویں دلیل

تمھارے عقیدہ کے باطل ہونے پر مزید دلیل یہ روایت ہے جسے صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا گیا ہے: ''کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپؐ نے فرمایا: رات اور دن نہیں گذریں گے یہاں تک کہ لات اور عزیٰ کی دوبارہ عبادت کی جائے گی۔

میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! میرا تو یہ گمان تھا کہ جب اللہ نے یہ آیت ''ھوالذی ارسل رسولہ ,بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون یعنی اللہ وہ ذات جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے سارے دینوں پر غالب کر دے، اگرچہ مشرکوں کو یہ بات ناگوار ہو'' نازل فرمادی ہے تو یہ دین مکمل ہو چکا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: عنقریب ایسا ہی ہوگا جو اللہ کی مشیت میں ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جس سے ہر وہ آدمی فوت ہو جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا اور وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں بالکل خیر و بھلائی نہ ہوگی پھر وہ لوگ اپنے آباء واجداد کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔(۱)

اسی طرح عمران بن حصین کے واسطہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نقل ہوا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ حق پر قتال کرتا رہے گا یہاں تک کہ ان کا آخری فرد دجال سے جالڑے گا۔''(۲)۔

۱۔ صحیح مسلم ۴:۲۲۳۶۱، کتاب الفتن، ح ۲۷۶۲۔

۲۔ صحیح مسلم ۱:۳۵۳، کتاب الایمان، ح ۲۹۵۔

اسی طرح جابر بن سمرۃ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''یہ دین قیامت تک قائم رہے گا اور اس کے قیام کے لئے مسلمانوں کی ایک جماعت روز قیامت تک جہاد کرتی رہے گی۔'' (۳)۔

اور عقبہ بن عامر سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپؐ نے فرمایا: ''میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم کی خاطر لڑتا رہے گا اور اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل رکھے گا...... یہاں تک کہ قیامت واقع ہو جائے۔

تو عبداللہ نے کہا: اسی طرح ہے پھر اللہ تعالیٰ مشک کی خوشبو کی طرح کی ہوا بھیجے گا تو یہ ہوا نہ چھوڑے گی کسی ایسے شخص کو جس کے دل میں ایک دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا بلکہ اسے ختم کر دے گی پھر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جن پر قیامت قائم ہوگی۔ (۴)

یہ معتبر روایات تمہارے ادعا کے باطل ہونے پر واضح ترین دلیل ہیں اس لئے کہ ان تمام روایات میں صراحتاً بیان کیا گیا ہے کہ اس اُمت میں بت پرستی فقط آخرالزمان میں اور وہ تمام مؤمنین کے اس دنیا سے اٹھائے جانے کے بعد ہوگی، جبکہ یہ تمہارے مدعا کے خلاف ہے چونکہ تم کہتے ہو صدیوں سے اسلامی مملکتوں میں بت پرستی جاری ہے. اس کے علاوہ اگر اسلامی مملکتوں میں پہلے ہی سے بت پرستی موجود ہے تو پھر فتنۂ دجال کا مقصد کیا ہوا؟

۳۔ صحیح مسلم ۳:۲۰۵، کتاب الامارۃ، ح ۴۳۳۔

۴۔ صحیح مسلم ۳:۲۰۶، کتاب الامارۃ، ح ۴۳۷۔

وہ لوگوں کو غیر خدا کی پرستش کی دعوت کرے گا جبکہ لوگ پہلے ہی سے اس پر عمل پیرا ہیں؟!

باوجود اس کے کہ تمام انبیاء اور اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لوگوں کو فتنۂ دجال سے ڈرایا ہے۔

اور اس گروہ کا کیا مقصد رہ جائے گا جو ہمیشہ راہ حق میں جہاد کر رہا ہے؟ کیا تم انھیں مخفی سمجھتے ہو؟ جبکہ یہ احادیث تو انھیں آشکار بیان کر رہیں. کیا تم انھیں شکست خوردہ تسلیم کرتے ہو؟ جبکہ احادیث انھیں فاتح و کامیاب قرار دے رہیں. کیا انھیں زمانہ دجال میں تصور کرتے ہو؟ جبکہ احادیث تو ان کے وجود کو ہمیشہ کے لئے ثابت کر رہیں. کیا تم خود کو اس گروہ کا مصداق سمجھتے ہو؟ جبکہ تم تو تقریبا آٹھ سال سے ظاہر ہوئے ہو!!

خدا کی قسم تمھارے نظریات کو رد کرنے کے لئے یہ احادیث محکم ترین دلیل ہیں. خدا کا درود و سلام ہو اس پر جو دین کامل لے کر آیا، ایسا دین کہ جس میں ہر گمراہ کی گمراہی کو بیان کیا گیا ہے۔

خدا کی قسم! تمھاری مثال اس فرمان خدا کے مانند ہے:

"فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ" (۱)

ترجمہ: درحقیقت آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں کے اندر پائے جاتے ہیں۔

یہ استدلالات جو ہم نے سنت نبوی کی روشنی میں بیان کیے ہیں راہ حق اور صراط مستقیم

۱۔ حج: ۴۶۔

کے طلب کرنے والے کے لئے کافی ہیں لیکن جسے خودخواہی اور خواہشاتِ نفسانی نے اندھا کر رکھا ہو وہ اس آیت کریمہ کا مصداق ہے:

﴿"وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ"﴾ (۱)

ترجمہ: اور اگر ہم ان کی طرف ملائکہ نازل بھی کر دیں اور ان سے مردے کلام بھی کر لیں اور ان کے سامنے تمام چیزوں کو جمع بھی کر دیں تو بھی یہ ایمان نہ لائیں گے مگر یہ کہ خدا ہی چاہ لے۔

ہم نے یہ مطالب دشمنان دین کے لئے پیش کئے ہیں اور انھیں معبود یگانہ کی قسم دیتے ہیں کہ احکام دین پر عمل پیرا ہو جائیں، اور ہمارے اور اپنے درمیان فضاوت کیلئے علمائے امت میں سے جس کو چاہیں انتخاب کر لیں. ہم شرعی وعدہ دیتے ہیں کہ اگر وہ حق پر ہوئے تو ہم بھی ان کی پیروی کریں گے۔

۱۔ انعام: ۱۱۱۔

وہابیت کی طرف سے دوموہوم استدلال

عجیب بات تو یہ ہے کہ تم میں سے بعض نے قدامہ بن مظعون اوراس کے ساتھیوں کی داستان سے استدلال کیا ہے کہ: انھوں نے اس آیت کریمہ:

﴿"لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا"﴾(١)

جولوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیےان کے لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے جو کچھ کھا پی چکے ہیں۔

میں تاویل کر کے شراب کو حلال قرار دے رکھا تھا عمر اور تمام صحابہ نے اتفاق کیا کہ اگر توبہ اور شراب کے حرام ہونے کا اعتراف کرلیں تو صحیح ورنہ قتل کر دیے جائیں چونکہ ضروریات دین کے منکر ہوئے ہیں۔

لیکن یہ استدلال انتہائی ضعیف ہے اس لئے کہ شراب کا حرام ہونا بدیھیات دین اسلام میں سے ہے. قرآن وسنت میں واضح طور پر بیان ہوا اور تمام علمائے امت کا اس پر اجماع ہے؛ اس کے علاوہ اُس زمانے میں مسلمانوں کا لیڈر ایک ہی تھا (مختلف فرقے موجود نہ تھے) اور دین بھی کاملاً واضح وآشکار تھا.اور پھر نہ تو عمر اور نہ ہی باقی صحابہ میں سے کسی نے انھیں تکفیر کیا مگر یہ کہ رہبر اسلام کے واضح کرنے کے باوجود اصرار کریں تو ایسی صورت میں حد شرعی- قتل- جاری ہوگی۔

١۔ مائدۃ:٩٣۔

جبکہ تم اس داستان سے استدلال کرتے ہوئے جو تمھاری مخالفت کرے اسے کافر قرار دیتے ہو درحالانکہ خدا کی قسم اگر اس داستان سے تمھارے خلاف استدلال کیا جائے تو حقیقت کے نزدیک تر ہوگا!۔

کیا تم اپنے لئے اُسی منزلت کے قائل ہو جو عمر کی مہاجرین وانصار کے درمیان تھی؟!

اور اس سے عجیب تر یہ کہ تم نے کتاب ''اقناع'' میں موجود ابن تیمیہ کی عبارت سے استدلال کیا ہے کہ: ''جو بھی کہے علیؑ خدا ہے اور جبرائیل نے اشتباہ کیا وہ کافر ہے اور جو اُسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہو جائیگا''. یہ مطلب انتہائی روشن ہے کیا کوئی مسلمان ایسا ہے کہ جو اس مسئلہ ''جو بھی خدا کے علاوہ کوئی اور خدا قرار دے چاہے وہ علیؑ ہوں یا کوئی دوسرا، وہ کافر ہے'' کی تردید کرتا ہو؟

آیا کوئی ایسا مسلمان ہے جو ایسے شخص کے کفر کے بارے میں شک کرے جو یہ کہے کہ: ''نبوت کسی اور کا حق تھا جبکہ جبرائیل نے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف منتقل کردی؟'' جبکہ تم شیخ کی عبارت میں تحریف کرتے ہو اور ''جو کہے علیؑ خدا ہے'' کی جگہ ہر وہ چیز جسے تم خود خدا قرار دیتے ہو بیان کرتے ہو اور کہتے ہو کہ جو بھی فلاں کام کرے اس نے اپنے لئے الگ خدا قرار دیا ہے! تم جاہلوں کو اشتباہ میں ڈالتے ہو کہ کیا علماء نے نہیں کہا: کہ جو کوئی مخلوق سے درخواست کرے، اس نے اُسے خدا قرار دیا؟! یا جو مخلوق کیلئے نذر کرے یا فلاں کام انجام دے اُس نے اسے خدا بنا لیا؟! یہ تمام عنوان تم اپنے پاس سے بیان کرتے ہو اور پھر کلامِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اقوال کو ان پر حمل کرتے ہو۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

علماء کی نگاہ میں مشرک کون؟

ہم یہاں مشرکین کے بارے میں بعض اقوال کو نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ واضح ہوجائے کہ مشرک کسے کہتے ہیں:

ابن قیم کہتا ہے: ''لوگ دین حق اور ہدایت الٰہی کے مطابق زندگی بسر کر رہے تھے. سب سے پہلے جس نے انھیں فریب دیا وہ شیطان تھا جس نے انھیں بتوں کی پرستش اور قیامت کے انکار کی دعوت دی. اوّلین کام جس میں انھیں دھوکا دیا قبروں کے پاس قیام اور مردوں کی تصاویر بنانا تھا جیسا کہ خداوند متعال نے قرآن مجید میں ان کے بارے میں فرمایا:

﴿''...... اَتَذَرُنَّ وَدًّا وَلَاسُوَاعًا وَلَايَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا''﴾ (۱)

ترجمہ: اپنے خداؤں کو مت چھوڑ دینا اور ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر کو نظر انداز نہ کر دینا۔

ابن عباس فرماتے ہیں: ''یہ قوم نوحؑ کے نیک افراد کے نام تھے جب وہ مرے تو شیطان نے ان کی قوم کو القاء کیا کہ اپنے اپنے علاقوں میں ان کی یاد میں نشانیاں قرار دی جائیں اور ان نشانیوں کو ان نیک افراد کے ناموں کے مطابق نام دیا جائے. انھوں نے ویسا ہی کیا لیکن جب ان نیک افراد کے معاصر لوگ اس دنیا سے گزر گئے اور دینی علوم کی پیشرفت میں کمی آئی تو وہی نشانیاں پرستش کی جانے لگیں!''۔

۱۔ نوح: ۲۳۔

پس خداوند متعال نے جناب نوحؑ کو ان کی طرف بھیجا تا کہ فقط اس کی پرستش کریں لیکن انھوں نے نوحؑ کو جھٹلا دیا. شیطان نے جناب نوحؑ کی قوم کے بتوں کو دریا کے کنارے سے جمع کیا اور عربوں کو ان کی پرستش کی دعوت دی. انھوں نے پرستش کرنا شروع کر دی اور بتدریج جس چیز کو پسند کرتے اس کی پرستش کرنے لگتے، یہاں تک کہ دین ابراہیمؑ کو بت پرستی میں تبدیل کر دیا. دین ابراہیم میں سے تنہا کعبہ کا احترام اور حج ہی باقی رہ گیا تھا. نزار (۱) تلبیہ کے وقت کہتا:

﴿لبیک لا شریک لک الا شریکاً ھوَ لک تملکه و ما ملک﴾

ترجمہ: ہاں تیرا کوئی شریک نہیں سوا اس کے جسے خود تو نے انتخاب کیا! تو اس کا اور اس کے مال کا مالک ہے...'' ہر منطقہ والوں نے اپنے لئے ایک بت بنا رکھا تھا جس کی پرستش کرتے. یہاں تک کہ خداوند متعال نے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو توحید دے کر مبعوث فرمایا، قریش کہتے:

﴿'' أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ''﴾ (۲)

ترجمہ: کیا اس نے سارے خداؤں کو جوڑ کر ایک بنا دیا ہے یہ تو انتہائی تعجب کی بات ہے

حالت یہ تھی کہ جب کوئی شخص سفر پہ جاتا اور منزل گاہ پہ پہنچتا ہے تو وہاں سے چار پتھر اٹھاتا اُن میں سے بہترین کو خدا قرار دیتا اور باقی تین کو کھانا پکانے کے لئے برتن کے

۱۔ نزار بن سعد بن عدنان قبیلہ ربیعہ اور مضر کا جدّ تھا (مترجم)۔

۲۔ سورہ ص: ۵۔

نیچے رکھتا. اور جب وہاں سے حرکت کرتا تو ان کو وہیں پہ ترک کر دیتا اور دوسری منزل پہ پھر ویسا ہی کرتا!

احمد بن حنبل نے رجاء عطاردی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: ''ہم زمانہ جاہلیت میں پتھروں کی پرستش کرتے تھے جب کوئی خوبصورت پتھر مل جاتا تو پہلے کو چھوڑ دیتے. اگر پتھر نہ ملتا تو کچھ مقدار خاک جمع کرتے اور پھر گوسفند لا کر اس کا دودھ دوہ کر اسے خاک پر ڈال کر اُسکے اِردگرد طواف کرتے!''۔

ابو عثمان نہدی کہتا ہے: ''ہم زمانہ جاہلیت میں پتھروں کی پرستش کیا کرتے. سنا کہ کسی نے ندا دی اے مسافرو! تمھارا خدا مر چکا ہے نیا خدا تلاش کرو! ہم اس آواز کے پیچھے گئے اتنے میں اچانک آواز آئی: ہم نے تمھارے خدا کو تلاش کر لیا. وہ خدا ایک پتھر ہوتا جس کے لئے ہم اونٹ ذبح کرتے!''۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو کعبہ کے اطراف میں ۳۶۰ بت پائے. آپؐ اپنی کمان سے ان کے منھ اور آنکھوں پر مارتے ہوئے فرما رہے تھے:

﴿''جاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كانَ زهوقا''﴾ (۱)

ترجمہ: حق آ گیا اور باطل فنا ہو گیا، باطل نے تو فنا ہی ہونا تھا۔

بت منہ کے بل زمین پر گر رہے تھے پھر آپؐ نے فرمان دیا کہ انھیں مسجد سے باہر لے جا کر جلا دیا جائے۔

۲۔ اسراء: ۸۱۔

شیطان مشرکوں کو مختلف طریقوں سے فریب دیتا: ایک گروہ کو یہ کہہ کر بتوں کی پرستش پہ لگا دیا کہ یہ کام بزرگان گذشتہ کا احترام کرنا ہے. وہ بزرگان جنھوں نے بتوں کو اس صورت میں بنایا! ایک گروہ اس وجہ سے بت پرست بن گیا کہ اُنھوں نے بتوں کو ستاروں کی صورت میں بنا رکھا تھا اور یہ گمان کرتے کہ ستارے اس جہان میں تاثیر رکھتے ہیں. انھوں نے ان بتوں کیلئے گھر اور ان کی حفاظت کیلئے مخصوص مکان بنا رکھے تھے ان کے لئے حج اور قربانی انجام دیتے۔

سورج کی پرستش بھی ایک طرح کی بُت پرستی تھی وہ گمان کرتے کہ سورج ایک فرشتہ ہے جو عقل و روح رکھتا ہے، چاند اور ستاروں کی روشنی اسی لی گئی ہے، دنیا کے تمام موجودات اسی سے خلق ہوئے ہیں اور وہ سلطان فلک ہے لہذا شایستہ تعظیم و سجود ہے. وہ سورج کے مانند ایک بت بناتے اور اسے خاص مکان میں محفوظ رکھتے، لوگ وہاں پہ جاتے اور دن میں تین مرتبہ اس کے لئے نماز پڑھتے! بیمار افراد بھی وہاں پہ جاتے اور اُسکے نماز و روزہ انجام دیتے، ان سے توسل کرتے تاکہ شفایاب ہو جائیں. وہ سب طلوع و غروب اور ظہر کے وقت سورج کو سجدہ کرتے۔

ایک اور گروہ نے چاند کا بت بنا رکھا تھا اُسے لائق تعظیم و عبادت سمجھتے اور خیال کرتے کہ اس کائنات کی تدبیر کا کام اُس کے ہاتھ میں ہے. وہ لوگ اس کی پرستش کرتے، اس کے لئے نماز پڑھتے، اسے سجدہ کرتے اور خاص ایام میں اس کے لئے روزہ رکھتے اور پھر کھانے پینے کی اشیاء لے کر خوشی خوشی اس کے پاس جاتے!

ایک اور گروہ نے ستاروں کے مانند بت بنا رکھے تھے ان کی پرستش کرتے اور ان کے لئے عبادت گاہیں بنا رکھی تھیں. ہر ستارے کے لئے خاص عبادت گاہ، مخصوص بت اور

مخصوص عبادت ہوتی! یہ سب گروہ بت پرست تھے..........ایک اور گروہ آتش پرست تھا وہ آگ کو خدائے معبود تصور کرتے، اس کے لئے مخصوص مکان اور دربان بنا رکھے تھے تاکہ ایک لحہ کے لئے بھی خاموش نہ ہو! ان کی عبادت یہ تھی کہ آگ کے اردگرد طواف کرتے. بعض اس سے تقرب حاصل کرنے کیلئے اپنے آپ کو اور بعض اپنی اولاد کو اس میں پھینکتے. ان میں سے کچھ لوگ عابد و زاہد ہوتے جو آگ کے پاس اعتکاف بیٹھتے۔

کچھ لوگ پانی کی پرستش کرتے اور خیال کرتے کہ تمام موجودات کی اصل وہی ہے اسکی تسبیح وثنا اور اسے سجدہ کے ذریعے سے اسکی عبادات کرتے!

کچھ حیوان پرست تھے ان میں سے بعض گائے کی پرستش کرتے اور بعض گھوڑے کی! کچھ انسان کی پرستش کرتے تو کچھ درخت کی! اور ایک گروہ شیطان پرست تھا جن کے بارے خداوند متعال فرماتا ہے:

(الم اعهد اليكم يبنى آدم ان لا تعبدوا الشيطن......)(۱)

ترجمہ: کیا ہم نے تم سے اس بات کا عہد نہیں لیا تھا کہ خبردار شیطان کی عبادت نہ کرنا۔

جبکہ ان میں سے ایک گروہ اس کائنات کے لئے خالق باعظمت وحکیم، بے نقص وعیب کا تو معتقد تھا لیکن اس بات پر بھی عقیدہ رکھتے کہ ہم وسیلہ کے بغیر اسکی ذات تک نہیں پہنچ سکتے لہذا ہم پر واجب ہے کہ ان بتوں کو واسطہ قرار دیں تاکہ اسکی ذات سے تقرب حاصل کرسکیں، وہ صاحب اختیار، معبود اور خدائے حقیقی کے ہاں ہماری شفاعت کرنے

۱۔ یس: ۶۰

والے ہیں اور ہم ان کی پرستش فقط اسلئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں خدا سے نزدیک کرتے ہیں چونکہ وہ اس مقام پر فائز ہیں لہذا ہم ان کے سامنے اپنی مشکلات کو بیان کرتے اور ان سے حاجات کی برآوری کی التماس کرتے ہیں اور اپنے تمام کاموں میں انکی طرف رجوع کرتے ہیں وہ ہمارے خدا کے ہاں۔ کہ جو انکا بھی خدا ہے۔ ہماری شفاعت کرتے ہیں. اسلئے کہ ان روحانی مخلوقات کی مدد کے بغیر ہمارا کام نہیں چل سکتا ہے لہذا ہمیں چاہیے کہ تضرع وخشوع، نماز، قربانی اور انفاق کے ذریعہ ان سے تقرب حاصل کریں۔

ان افراد نے تمام انبیاء (علیہم السلام) کے لائے ہوئے اصولوں میں سے دو اصل کا انکار کر دیا:

خداوند متعال فرماتا ہے: (فلاتجعلو ا للہ انداد)(۱)

ترجمہ: اس کے لئے جان بوجھ کر کسی کو ہمسر اور مثل نہ بناؤ

اور اسی طرح فرمایا: (ومن الناس من یتخذمن دون اللہ انداد ا)(۲)

ترجمہ: لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو اس کا مثل قرار دیتے ہیں۔

انہوں نے مخلوقات خدا کو خدا کا مثل قرار دے رکھا ہے "ند" یعنی شبیہ اور فلاں فلاں کی ند ہے یعنی وہ اسکی شبیہ اور اسکے مانند ہے۔

۱۔ بقرہ: ۲۲

۲۔ بقرہ: ۱۶۵

ابوزید لفظ ''انداد'' جو کہ آیت کریمہ میں ذکر ہوا، کے بارے کہتا ہے: وہ وہ خدا ہیں جو خدا کے ساتھ بنا رکھے تھے۔

اور زجاج کہتا ہے: خدا کی مثل ونظیر قرار مت دو۔

خداوندعزوجل فرماتا ہے: (الحمد لله الذی خلق السموت والارض وجعل الظلمت والنور ثم الذین کفرو بربهم یعد لون)(۱)

ترجمہ: ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور تاریکیوں اور نور کو مقرر کیا ہے اس کے بعد بھی کفر اختیار کرنے والے دوسروں کو اس کے برابر قرار دیتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''خداوند متعال کی مراد یہ ہے کہ میری خدائی اور نعمت کا اعتراف کرنے کے بعد پتھروں اور بتوں کو میرا مثل قرار دیتے ہیں''

زجاج کہتا ہے: جان لو کہ وہ ان تمام اشیاء کا خالق ہے جو آیت مجیدہ میں بیان ہوئیں اور ان کے خالق کا کوئی مثل نہیں اور جان لو کہ کافروں نے اس کا مثل قرار دیا۔

خداوند متعال فرماتا ہے: (هل تعلم له سميا)(۲)

ترجمہ: کیا تمھارے علم میں اس کا کوئی ہمنام ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یعنی اسکی شبیہ اور مانند۔ اور یہ آیت کریمہ مخلوق کی خالق سے شباہت کی نفی کرنا چاہتی ہے ایسی شباہت جو اسے پرستش وتعظیم کا سزاوار

۱۔ انعام: ۱

۲۔ مریم: ۶۵

قرار دیتی ہو۔

اوراسی طرح یہ دوآیتیں:(ولم یکن له کفوا احد)(۱)

ترجمہ:اور نہ اسکا کوئی کفوو ہمسر ہے۔

اور(لیس کمثله شی ء)(۲) ترجمہ:اس کا جیسا کوئی نہیں ہے۔

اسی بارے میں ہیں اور خداوند متعال کیلئے شریک کی نفی کر رہی ہیں ایسا شریک اور مثل جو تعظیم و پرستش کے لئے شائستہ ہو اور یہی مسئلہ ہر جگہ شرک کی جڑ ہے۔

ہم نے ابن قیم کے کلام کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا اور مقصد یہ جاننا تھا کہ مشرکین کی صفات کیا ہیں جان لے کہ یہ اعمال جن کو تم شرک اکبر گمان کرتے ہو اور ان کی وجہ سے لوگوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہو یہ سب شرک اصغر ہے شرک اکبر تو مشرکین کا کام تھا جنھوں نے تمام انبیاء(علیہم السلام) کی تکذیب کی.جبکہ مسلمانوں کے ان اعمال کو بعض علماء اصلاً شرک نہیں سمجھتے اور فقط ان کو حرام قرار دیتے ہیں اور بعض ان کو مکروہات میں ذکر کرتے ہیں۔

اگر کوئی تلاش کرنا چاہے تو یہ سب کچھ علماء کی کتابوں میں مل سکتا ہے.خداوند متعال ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ایسے اعمال سے محفوظ رکھے جو اسکی ناراضگی کا باعث بنتے ہوں آمین.''وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن''۔

فصل

ضروری ہے کہ اس رسالہ کو مسلمان کی تعریف کے بارے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی چند احادیث کے ذریعہ سے اختتام تک پہنچایا جائے۔

حدیث 1: عمر نقل کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا: یارسول اللہ! اسلام کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، فرض نماز کو ادا کرو اور زکوۃ دو، ماہ رمضان کے روزے رکھو اور مستطیع ہونے کی صورت میں حج بجالاؤ۔

اس نے کہا: درست فرمایا۔

ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ,ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ، اسکے ملائکہ پر، اسکی کتب پر، اسکے بھیجے ہوئے انبیاء ورسل پر، آخرت پر اور اچھی اور بری تقدیر پر۔

اس نے کہا: درست فرمایا۔

پھر پوچھا: احسان کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ ,تم اللہ کی بندگی اور عبادت اس طرح کرو کہ گویا اسے دیکھ رہے ہو (اور کم از کم یہ تو ہو کہ) اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تمھیں دیکھ رہا ہے......اس نے کہا: صحیح فرمایا......

اس روایت میں ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا: یہ جبرائیلؑ تھے جو لوگوں کو انکے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔

یہ روایت مسلم نے نقل کی اور بخاری نے بھی اس سے ملتی جلتی روایت بیان کی ہے(۱)۔

---

(۱) صحیح بخاری ۱: ۸۰، کتاب ایمان، ح ۵۰. صحیح مسلم ۱: ۲۰۶، کتاب الایمان، ح ۵۔

حدیث 2: عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (اول) اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں (دوسرے) نماز پڑھنا (تیسرے) زکوۃ دینا (چوتھے) حج کرنا (پانچویں) رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

یہ روایت بھی بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے۔(۱)

حدیث 3: صحیحین میں عبداللہ بن عباس سے نقل ہوا ہے کہ جب (قبیلہ) عبدالقیس کا وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ کس قبیلے کے لوگ ہیں؟ (یا پوچھا) کہ کون وفد ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم ربیعہ کے لوگ ہیں آپ نے فرمایا مرحبا! ان لوگوں کو یا اس وفد کو، یہ نہ رسوا ہوئے نہ شرمندہ۔ اس کے بعد انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ کی خدمت میں ماہ حرام کے سوا کسی اور وقت حاضر نہیں ہو سکتے (کیونکہ) ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا قبیلہ رہتا ہے، لہذا ہمیں کوئی ایسی قطعی بات بتلا دیجئے جس کی ہم اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو خبر کر دیں اور جس کی وجہ سے ہم جنت میں جا سکیں

آنحضرتؐ نے ان کو اللہ واحد پر ایمان لانے کا حکم دیا (اور) پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان (لانے کا) کیا مطلب ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول

1۔ صحیح بخاری ۱: ۴۷، کتاب الایمان، ح ۷۔ صحیح مسلم ۱: ۲۱۴، کتاب الایمان، ح ۲۰۔

(اس کے بارے میں) زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی ذات عبادت واطاعت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرو۔

اور پھر فرمایا: ان باتوں کو محفوظ کرلو اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں (جو آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکے انھیں) انکی خبر دے دو۔(۱)

حدیث 4: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف (گورنر بنا کر) بھیجا تو فرمایا :تم ایک اہل کتاب قوم سے جا ملو گے، پس تم ان کو بلانا اس بات کی طرف کہ وہ گواہی دیں اللہ کے سوا کسی کے معبود نہ ہونے اور میرے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) اللہ کا رسول ہونے کی پس اگر وہ اس بات میں اطاعت گذاری کریں تو انہیں بتلانا کہ اللہ تعالی نے ان پر ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں اگر وہ اس کو بھی تسلیم کریں تو انہیں بتلانا کہ اللہ تعالی نے ان پر زکوۃ فرض فرمائی ہے جو ان کے اغنیاء و مالداروں سے لی جائے گئی اور ان کے فقراء و مساکین کو دی جائے گی۔اس حدیث کو بخاری نے نقل کیا ہے۔(۲)

ا۔صحیح بخاری ۱:۷،۲، باب اداء الخمس من الایمان ، ح ۵۱، صحیح مسلم ۱:۲۱۹، کتاب الایمان ، ح ۲۵.

۲۔صحیح بخاری: ۵۸۳ کتاب المغازی۔صحیح مسلم ۱:۲۲۳، کتاب الایمان، ح ۲۹، باب الدعاء الی الشہادتین ۔

حدیث 5: ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے (اللہ کی طرف سے) یہ حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں اس وقت تک کہ وہ اس بات کا اقرار کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز ادا کرنے لگیں اور زکوۃ دیں جس وقت وہ یہ کرنے لگیں تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کرلیں گے سوائے اسلام کے حق کے اور (باقی رہا ان کے دل کا حال تو) ان کا حساب (کتاب) اللہ کے ذمہ ہے۔

اس روایت کو بخاری نے نقل کیا ہے۔ (۱)

حدیث 6: ابو ہریرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دے دیں اور مجھ پر اور جو کچھ (احکامات وشریعت) میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لائیں جو ایسا کرلیں تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور اموال کو بچالیا مگر کسی حق کے بدلہ میں (جان یا مال محفوظ نہ رہیں گے) اور ان کا حساب اللہ تعالی پر ہے۔

اس روایت کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے احمد، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اس اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے "اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھیں، زکوۃ ادا کریں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور اموال محفوظ کرالیے۔ (۲)

حدیث 7: ابو ہریرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ

۱۔ صحیح بخاری ۱: ۵۶ کتاب الایمان، ح ۲۴۔ صحیح مسلم ۱: ۲۲۸، کتاب الایمان، ح ۳۴۔

۲۔ صحیح بخاری ۱: ۵۷، کتاب الایمان، ح ۲۵۔ صحیح مسلم ۱: ۲۲۵، کتاب الایمان، ح ۳۱

الا اللہ کی گواہی دے دیں اور مجھ پر اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لائیں جب وہ ایسا کر لیں تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور اموال کو بچالیا مگر کسی حق کے بدلہ میں (جان یا مال محفوظ نہ رہیں گے)۔(۱)

حدیث 8: بریدہ بن حصیب نے نقل کیا ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی لشکر کو جہاد کیلیے روانہ کرتے تو انہیں کچھ نصیحتیں فرماتے کہ جن میں سے ایک یہ ہے کہ: جب تم کسی شہر یا قلعہ کے اندر موجود لوگوں کا محاصرہ کرو تو اگر وہ خدا کی توحید کی شہادت دیں تو اسلام کے تمام حقوق ان پر لاگو ہوں گے......

اس روایت کو مسلم نے نقل کیا ہے۔

حدیث 9: حضرت مقداد بن اسود نے بتلایا کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیا فرماتے ہیں (اس بارے میں کہ) اگر میری کافروں میں سے کسی سے مڈبھیڑ ہو جائے اور وہ مجھ سے لڑائی کرے اور میرا ایک ہاتھ تلوار سے کاٹ ڈالے اور پھر مجھ سے بچکر درخت کی آڑ لے اور کہے کہ میں اللہ تعالی کے تابع فرمان ہو گیا ہوں (اسلام لے آیا) تو کیا میں اسے قتل کر سکتا ہوں یا رسول اللہ جبکہ وہ اسلام قبول کر چکا ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اسے قتل نہیں کر سکتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے تو میرا ہاتھ کاٹ ڈالا اور کاٹنے کے بعد اسلام کا کلمہ کہنے لگا کیا میں (پھر بھی) اسے قتل نہیں کر سکتا ہوں؟ فرمایا: اسے مت قتل کرو۔ اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو وہ تمہارے

۱۔ صحیح مسلم ۱: ۲۲۷، کتاب الایمان، ح ۳۲۔

اس مقام پر ہوگا جس پر تم اسے قتل کرنے سے پہلے ہو(یعنی وہ مسلمان ہوگا) اور تم اس کے مقام پر جاؤ گے جس پر وہ کلمہ اسلام کہنے سے پہلے تھا(یعنی حالت کفر پر)۔

یہ روایت مسلم نے نقل کی ہے۔(۱)

حدیث 10: اسامہ کے بارے ہے کہ اس نے ایک شخص کو لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے بعد قتل کردیا تو رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا:''قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کے بارے کیا جواب دوگے''؟

عرض کیا: یارسول اللہ! اس نے اسلحہ کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا(اس کا مقصد ایمان لانا نہ تھا)۔

آپ نے فرمایا: کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا پھر اس کے بعد مسلسل اسی کا تکرار کرتے رہے۔

اسامہ کہتے ہیں کہ یہاں تک کہ میں تمنا کرنے لگا کہ میں اسی روز مسلمان ہوا ہوتا (تاکہ اس گناہ عظیم سے بچ جاتا)۔

بخاری اور مسلم میں روایت اسامہ یوں نقل ہوئی ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ بن حارثہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں(لڑائی کے لئے)جہینہ کے مقام پر قبیلہ حرقہ کی طرف بھیجا ہم نے ان پر صبح کے وقت حملہ کیا اور انہیں شکست سے دوچار کردیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اور ایک انصاری صحابی نے ان میں سے ایک شخص کو جا پکڑا جب ہم نے اسے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا تو (وہ جان کے خوف سے

۱۔ صحیح مسلم ۱: ۲۹۵ کتاب الایمان، ح ۱۷۶.

گھبرا کر) کہہ اٹھا لا الہ الا اللہ، یہ سن کر انصاری نے تو ہاتھ روک لیا (قتل سے) اور میں نے اسے اپنے نیزے سے مار کر قتل کر دیا جب ہم واپس آئے تو اسکی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے اسامہ! بلاشبہ وہ تو پناہ پکڑنے کیلیے اس نے کہا تھا (اس کا مقصد ایمان نہیں تھا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود قتل کر دیا؟ پھر آپ مسلسل اسی بات کو دہراتے رہے. یہاں تک کہ میرے دل میں یہ تمنا ہونے لگی کہ میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوتا (تا کہ اس گناہ عظیم کے وبال سے بچ جاتا)۔(۱)

حدیث 11: عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن ولید کو قبیلہ بنوجذیمہ کے پاس بھیجا تا کہ انہیں اسلام کی عوت دیں خالد نے انہیں اسلام کی دعوت دی لیکن وہ لوگ (اسلمنا یعنی ہم نے اسلام قبول کیا) کہنا نہیں جانتے تھے اوراس کے بجائے (صبأنا صبأنا)(۲) کہنے لگے خالد نے ان میں سے کچھ کو قتل کیا اور کچھ کو اسیر بنالیا...... جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پلٹے اور ساری داستان بیان کی تو آنحضرت نے اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے دو بار فرمایا:

خدایا! میں تیری بارگاہ میں خالد کے اس کام سے بری الذمہ ہوں یہ روایت احمد اور بخاری نے نقل کی ہے (۳)

۱۔ صحیح مسلم ۱: ۲۹۷، کتاب الایمان، ح ۱۸۰.

۲۔ مشرکین صدر اسلام مسلمانوں کو صبائی کہتے اسی لئے ان لوگوں نے بھی عدم آگاہی کی وجہ سے یہ کہنا شروع کیا کہ ہم صبائی ہوگئے جبکہ ان کی مراد وہی مسلمان ہونا تھا۔

۳۔ صحیح بخاری ۲: ۵۸۳، کتاب المغازی، مسند احمد ۲: ۱۵۰۔

حدیث 12: حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طلوع فجر کے وقت کسی قوم پر حملہ کرتے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذان کی طرف کان لگائے رہتے تھے، اگر اذان کی آواز سن لیتے تو حملہ سے رک جاتے ورنہ حملہ کردیتے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کی آواز سنی کہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ رہا ہے۔آپ نے فرمایا: صاحب فطرت (مسلمان) ہے پھر اس نے اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: تو جہنم کی آگ سے خلاصی پا گیا،، جب اس شخص کو دیکھا گیا تو وہ بکریوں کا چرواہا نکلا۔

اس روایت کو مسلم نے نقل کیا ہے۔(۱)

حدیث 13: عصام مزنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک دستہ میں روانہ فرمایا تو آپ نے ہمیں تاکید کی کہ جب تم کوئی مسجد دیکھو یا مؤذن کو اذان دیتے سنو پھر کسی کو قتل مت کرنا،،۔

اس روایت کو سنن ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔(۲)

حدیث 14: حضرت ام سلمہؓ زوجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم پر ایسے حاکم مقرر کئے جائیں گے جن کے اعمال بد تم پہچان لوگے اور بعض اعمال بد سے ناواقف رہوگے جس نے اعمال بد کو ناپسند کیا وہ بری ہوگیا اور جو ناواقف رہا

۱۔ صحیح مسلم ۱:۱۵۵، کتاب الصلوۃ، ح ۳۹۷۔

۲۔ سنن ابوداود ۲:۷۹ کتاب الجھاد ح ۸۶۳۔

وہ محفوظ رہا لیکن جو ان امور بد پر خوش ہو اور اتباع کی (بری نہیں ہوگا اور نہ محفوظ رہے گا) صحابہ رضی اللہ عنھم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں (جس نے دل سے انکار کیا اور دل ہی سے ناپسند کیا)۔

اس روایت کو مسلم نے نقل کیا ہے۔(۱)

حدیث 15: انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ,,جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے، (ذبح کرتے وقت) قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ ایسا مسلمان ہے جس کا مال و جان خدا اور اس کے ہاں محترم ہے اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس عھد الھی کی مخالفت کرے۔

یہ روایت بخاری میں نقل ہوئی ہے۔

حدیث 16: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ مال تقسیم فرما رہے تھے، بنو تمیم کا ایک شخص ذوالخویصرہ آپ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! انصاف سے کام لیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو پھر کون ہے جو انصاف کرے اگر میں انصاف نہ کروں۔

۱۔ صحیح مسلم ۳: ۱۵۹، کتاب الامارۃ، ح ۲۸۱.

۲۔ صحیح بخاری ۱: ۴۵ کتاب الایمان.

اس روایت کو بھی مسلم نے نقل کیا ہے(۱)

حدیث 17: عبید اللہ بن خیار کہتے ہیں مجھ سے ایک انصاری شخص نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرت سے ایک منافق کو قتل کرنے کی اجازت طلب کرنا چاہی؛ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صدائے مبارک کو بلند کرتے فرمایا: کیا وہ لا الہ اللہ کی شہادت نہیں دیتا ؟ عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ لیکن یہ شہادت واقعی نہیں. فرمایا: کیا وہ محمد الرسول اللہ کی گواہی نہیں دیتا؟ عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! لیکن یہ اقرار حقیقی نہیں. فرمایا: وہ نماز نہیں پڑھتا؟ عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ لیکن اسکی نماز حقیقی نماز نہیں۔

فرمایا: خداوند متعال نے ایسے افراد کے قتل سے نہی فرمائی ہے۔

یہ روایت شافعی اور احمد نے نقل کی ہے۔(۲)

حدیث 18: ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہا: یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے کہ جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت قرار دو اور نماز قائم کرو، فریضہ زکوۃ کی ادائیگی کرو، رمضان کے روزے رکھو اس نے کہا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے میں کبھی بھی اس سے کچھ زیادہ نہیں کروں گا اور نہ اس میں کمی کروں گا۔

۱۔ صحیح مسلم ۲: ۸۹، کتاب الزکوۃ، ح ۱۹۱۲۔

۲۔ مسند احمد ۲: ۴۳۲، سنن بیھقی، کتاب الایمان ح ۱۵۔

جب وہ واپسی کے لئے مڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ اہل جنت میں سے کسی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ اس شخص کو دیکھے۔

اس روایت کو بخاری نے نقل کیا ہے۔(۱)

حدیث 19: عمرو بن مرہ جہنی نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! اگر میں خدا کی توحید اور آپ کی رسالت کی شھادت دوں، نماز پنجگانہ ادا کروں اور رمضان المبارک کے روزے بھی رکھوں تو میرا شمار کونسے گروہ میں ہوگا؟ فرمایا: ''صدیقین اور شھداء میں''۔

یہ روایت ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کی ہے۔

حدیث 20: حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ,,اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ تعالی کی ربوبیت، اسلام کے دین (حق) اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی رہا۔،،

اس روایت کو مسلم نے نقل کیا ہے(۲)

حدیث 21: سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ,,جس نے موذن کی اذان سننے کے بعد یہ کلمات کہے:اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریک له وان محمد اعبده ورسوله ۔میں اللہ تعالی کی ربوبیت، اسلام کی حقانیت اور

۱۔صحیح بخاری ۱:۴۴۲، کتاب الزکوۃ، ح ۱۳۰۸۔صحیح مسلم ۱:۲۱۲، کتاب الایمان، ح ۱۵۔

۲۔صحیح مسلم ۱:۴۴۲، کتاب الایمان، ح ۵۶۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر راضی ہوں تو اسکے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

یہ روایت بھی مسلم نے نقل کی ہے۔(۱)

حدیث 22: صحیحین میں ابو ہریرہ سے نقل ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان کے ستر سے کچھ زائد شعبے ہیں۔ ان میں سے سب سے افضل (شعبہ) لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنی شعبہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے اور حیاء (بھی) ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

یہ روایت بخاری نے نقل کی ہے۔(۲)

حدیث 23: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو طالب بیمار ہوئے تو قریش ان کے پاس آئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لائے......آپ نے فرمایا: میں ان سے ایک کلمہ چاہتا ہوں جس کے سبب عرب والے انکے مطیع ہوں اور عجم انہیں جزیہ ادا کریں، ابو طالب نے کہا بس صرف ایک کلمہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں صرف ایک کلمہ، پھر آپ نے فرمایا اے چچا! لا الہ الا اللہ کہو قریش نے کہا بس صرف ایک معبود؟ ہم نے کسی دوسرے دین میں یہ بات نہیں سنی، یہ من گھڑت بات ہے۔

اس روایت کو ترمذی شریف نے نقل کیا ہے۔(۳)

۱۔ صحیح مسلم ۱:۵۵۳، کتاب الصلوۃ، ح ۴۴۳۔

۲۔ صحیح بخاری ۱:۶۴۲ کتاب الایمان، ح ۵۷۔

۳۔ ترمذی شریف ۲:۴۹۸، ابواب تفسیر القرآن، ح ۱۱۱۶، مسند احمد ۱:۲۲۷

حدیث 24: صحیحین میں سعید بن میتب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کا مرض الموت شروع ہوا تو ان کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو ابوطالب کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو بیٹھا ہوا پایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطالب سے فرمایا: اے چچا جان! لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے میں اللہ تعالی کے یہاں آپ کے لئے گواہی دوں گا یہ سن کر ابوجھل اور عبداللہ بن ابی امیہ دونوں کہنے لگے کہ اے ابوطالب! کیا آپ عبدالمطلب (اپنے والد) کے دین سے پھر جاؤ گے؟......

یہاں تک کہ ابوطالب نے جو آخری بات ان سے کہی وہ یہ تھی کہ عبدالمطلب کی ملت پر ہوں اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کردیا۔(۱)

اس روایت کو بخاری نے نقل کیا ہے۔(۲)

حدیث 25: ابوبکر صدیق سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کون نجات پائے گا؟

فرمایا: جو شخص اس مطلب کی تصدیق اور اس کی تکرار کرے، جسے میں نے اپنے چچا کے سامنے پیش کیا تو وہ نجات پائے گا۔

یہ روایت احمد نے نقل کی ہے۔(۳)

۱۔علمائے اہل سنت نے ثابت کیا ہے کہ حضرت ابوطالب مومن تھے اس کے لئے امام الحرمین کی کتاب ''اسنی المطالب فی ایمان ابی طالبؑ'' اور علامہ صائم چشتی کی کتاب ''ایمان ابوطالب'' کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۔صحیح بخاری ا:۶۲۶ کتاب الجنائز، ح ۱۲۷۰۔صحیح مسلم ا:۲۳۰ کتاب الایمان، ح ۳۷.

۳۔مسند احمد ا:۶

حدیث 26: عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ,,جس شخص نے لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ کہا اور اس بات کا قائل رہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اسکی کنیز کے بیٹے ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے حضرت مریم علیہا السلام کو القاء کر دیا تھا (جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے) اور وہ روح اللہ ہیں اور جنت ودوزخ کے حق ہونے کا قائل رہا اللہ تعالی اسے جنت میں داخل فرمائے گا جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے۔

یہ روایت بھی بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے۔(۱)

حدیث 27: حضرت انس کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص اللہ سے اس کفیت کے ساتھ ملاقات کرے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو وہ (یقیناً) جنت میں داخل ہوگا معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس بات کی لوگوں کو خوشخبری نہ سنادوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، مجھے خوف ہے کہ لوگ اس پر بھروسہ کر کے بیٹھیں گے چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ نے اپنی موت کے وقت اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

یہ روایت بھی بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے۔(۲)

۱۔ صحیح مسلم ۱:۲۳۶، کتاب الایمان، ح ۴۵.

۲۔ صحیح بخاری ۱:۱۱۶، کتاب العلم، ح ۱۲۹۔ صحیح مسلم ۱:۲۴۲، کتاب الایمان۔ ح ۵۳.

حدیث 28: حضرت عبادہ بن صامت نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے ,,جس نے لا الہ الہ اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دی! اللہ تعالی نے اس پر آگ حرام کر دی۔،،

یہ روایت مسلم نے نقل کی ہے۔(۱)

حدیث 29: حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ,,جس بندہ نے بھی لا الہ الا اللہ کہا (ایمان لایا) اور پھر اسی پر قائم رہتے ہوئے مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا،،۔

یہ روایت بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے۔(۲)

حدیث 30: بخاری شریف اور مسلم شریف میں عتبان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص خدا کی خاطر لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے تو اسے جہنم میں نہ ڈالا جائے گا۔(۳)

حدیث 31: ابو ہریرہ سے نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے نعلین مبارک عطا فرمائے۔

اور کہا کہ میرے ان دونوں جوتوں کو لے جاؤ اور اس باغ سے باہر جس ایسے شخص

۱۔ صحیح مسلم ۱: ۲۳۲، کتاب الایمان، ح ۴۷۔

۲۔ صحیح مسلم ۱: ۲۹۵، کتاب الایمان، ح ۱۷۵۔

۳۔ صحیح بخاری ۱: ۶۵ کتاب الایمان

سے ملو جو لا الہ الا اللہ کی گواہی کامل یقین کے ساتھ دیتا ہو اسے جنت کی بشارت دے دو۔

یہ روایت مسلم نے نقل کی ہے۔(۱)

حدیث 32: ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ کس کو حصہ ملے گا؟ فرمایا: ''قیامت میں سب سے زیادہ فیضیاب میری شفاعت سے وہ شخص ہو گا جو سچے دل سے یا سچے جی سے ,,لا الہ الا اللہ،، کہے گا''۔

یہ روایت بخاری نے نقل کی ہے۔(۲)

حدیث 33: حضرت ام سلمہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

,,میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اسکا بھیجا ہوا نبی ہوں. اور کوئی بندہ ایسا نہیں جو اس بات کی شہادت دے اور قیامت میں بہشت سے محروم ہو،،۔

۱۔ صحیح مسلم ۱: ۲۴۰، کتاب الایمان، ح ۵۲.

۲۔ صحیح بخاری ۱: ۱۰۲، کتاب العلم، ح ۹۹.

یہ روایت بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے۔(۱)

حدیث 34: عثمان بن عفان سے نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جس شخص کو اس حالت میں موت آجائے کہ اسے یقین ہو کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

اس روایت کو مسلم نے نقل کیا ہے۔(۲)

حدیث 35: وہ روایت جسے انسؓ کے واسطے سے نقل کیا گیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اور اس کے دل میں جو برابر نیکی (ایمان) ہے تو وہ دوزخ سے نکلے گا اور دوزخ سے وہ شخص (بھی) نکلے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں گیہوں برابر ایمان ہے اور دوزخ سے وہ (بھی) نکلے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر ایمان ہے۔

یہ روایت بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے اسی طرح اس سے مشابہ روایت ابوسعید سے بھی نقل ہوئی ہے اور اسی طرح مسند احمد میں ابوبکر صدیق کی روایت میں بھی یہی بیان ہوا ہے۔

اس روایت کو بخاری شریف نے نقل کیا ہے(۳)

۱۔ صحیح مسلم ۱: ۲۳۴، کتاب الایمان، ح ۴۵.

۲۔ صحیح مسلم ۱: ۲۳۳، کتاب الایمان، ح ۴۳

۳۔ صحیح بخاری ۱: ۶۷، کتاب الایمان، ح ۴۴.

حدیث 36: حضرت معاذ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا آخری کلمہ ,,لا الہ الا اللہ،، ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اس روایت کو احمد نے نقل کیا ہے۔(۱)

حدیث 37: حضرت معاذ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا: جنت میں داخل ہونے کی چابی ,,لا الہ الا اللہ،، ہے ۔

اس روایت کو بھی احمد نے نقل کیا ہے ۔(۲)

حدیث 38: ابوھریرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بلال نے کھڑے ہوکر اذان دی ۔آپ صلی اللہ نے بلال کے اذان دینے کے بعد فرمایا: جو شخص دل کے یقین کے ساتھ یہ کلمات کہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اس روایت کو نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔(۳)

حدیث 39: رفاعہ جھنی سے نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ,,میں خداوند متعال کی بارگاہ میں شھادت دیتا ہوں کہ جس نے خدا کی توحید اور میری

۱۔ مسند احمد ۵: ۲۳۳

۲۔ مسند احمد ۵: ۲۴۲.

۳۔ سنن نسائی شریف ۱: ۲۴، کتاب الاذان، ح ۶۷۸.

رسالت کا دل سے اقرار کیا اور اس پر ایمان رکھتے ہوئے مرگیا تو جنت میں داخل ہوگا۔،،

اس روایت کو احمد نے نقل کیا ہے ۔(۱)

حدیث 40: عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے ایک ایسے جملہ کے بارے علم ہے کہ اگر کوئی شخص یقین قلب سے اس پر اعتقاد رکھتے ہوئے مرجائے تو اسے جھنم میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ جملہ لا الہ الا اللہ ہے۔

یہ روایت حاکم نے نقل کی ہے۔(۲)

حدیث 41: ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: ,,ایک شخص کی جان کنی کے وقت جب فرشتہ اس کے پاس آیا تو کیا دیکھا کہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی نیکی نہیں اور نہ ہی اس کے دل میں کوئی نیک صفت ہے اتنے میں دیکھا کہ اسکی زبان ہونٹوں سے چپکی ہوئی اور لا الہ اللہ کہنے میں مشغول ہے پس اسے کلمہ اخلاص کی وجہ سے بخش دیا۔،،

یہ روایت طبرانی، بیھقی اور ابن ابی الدنیا نے نقل کی ہے۔(۳)

۱۔مسند احمد ۴:۱۶

۲۔المستدرک علی الصحیحین ۱:۷۲.

۳۔شعب الایمان فی الرجال، ح ۱۰۱۵۔تاریخ بغداد ۹:۱۲۵.

حدیث 42: ابوسعید پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت موسی علیہ السلام نے عرض کیا: پرودگار! مجھے ایسی چیز تعلیم فرما جس سے میں تیرا ذکر کروں اور تجھے پکار سکوں۔

خداوند متعال نے فرمایا: لا الہ الا اللہ کہو۔

عرض کیا: پرودگار یہ جملہ تو تیرے سارے بندے کہتے ہیں۔

فرمایا: لا الہ اللہ کہو۔

عرض کیا: میں چاہتا ہوں مجھے خاص ذکر عنایت فرما۔(۱)

ارشاد ہوا: اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان وزمین ایک پلڑے میں اور لا الہ اللہ کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا بھاری دکھائی دے گا۔

یہ روایت ابن سنی، حاکم اور ابن حبان نے نقل کی ہے۔

حدیث 44: ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ,,جو کوئی لا الہ اللہ کہے اس نے اپنی زندگی کے ایک دن سے فائدہ اٹھالیا اور اعمال قلب سے اس فضیلت کا کوئی تعلق نہیں۔،،

یہ روایت ابن حبان، طبرانی اور بزار نے نقل کی ہے اور اسکے راوی مسلم والے ہی ہیں۔(۲)

۱۔ مستدرک حاکم ۱:۵۲۸، صحیح ابن حبان ۸:۶۲۔

۲۔ اتحاف السادۃ المتقین ۸:۳۴۲۔

حدیث 45: عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ,,میرا اور مجھ سے پہلے انبیاء کا بہترین ذکر یہ تھا: لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر۔ یہ روایت ترمذی نے نقل کی ہے۔(۱)

حدیث 46: ابوھریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ایمان کو تازہ کرو۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہؐ! کیسے اپنے ایمان کو تازہ کریں۔ فرمایا: زیادہ سے زیادہ لا الہ الا اللہ کہنے سے۔

یہ روایت احمد اور طبرانی نے نقل کی ہے۔(۲)

حدیث 47: عبداللہ بن عمر سے نقل ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی قیامت کے دن میری امت میں سے ایک شخص کو تمام لوگوں کے سامنے لائے گا اور اس کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے ہر رجسٹر منتھائے نظر تک بڑا ہوگا پھر اللہ تعالی فرمائے گا: کیا تم اس میں کسی چیز کا انکار کرتے ہو؟ کیا میرے کاتبوں اور حفاظت کرنے والوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا: نہیں اے پروردگار! اللہ تعالی پوچھے گا کہ تمھارے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ عرض کرے گا نہیں، اے پروردگار کوئی عذر نہیں۔ پھر اللہ تعالی فرمائے گا کیوں نہیں ہمارے پاس تمھاری ایک نیکی بھی ہے اور آج تم پر ظلم بھی نہیں کیا جائے گا۔ ایک پرچہ نکالنے کا حکم دیا جائے گا جس میں

۱۔ سنن ترمذی شریف ۲:۵۶۶؛ ابواب الدعوات۔

۲۔ مسند احمد ۲:۳۵۹۔

لکھا ہوگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)اللہ کے بندے اور رسول ہیں پھر اسے حکم دیا جائے گا کہ اپنے اعمال لاؤ وہ عرض کرے گا: یا اللہ!

ان رجسٹروں کے سامنے اس پرچے کا کیا وزن ہوگا؟ ارشاد باری تعالی ہوگا آج تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا چنانچہ وہ رجسٹر ایک پلڑے میں اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائیگا اور وہ ایک پرچہ ان سب رجسٹروں کے مقابلے میں وزنی ہو جائیگا (اسلیئے کہ) اللہ کے نام کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

یہ روایت ترمذی شریف نے نقل کی ہے۔(۱)

حدیث 48: عبد اللہ بن عمر سے نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روایت میں فرمایا: ,,لا الہ الا اللہ اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی پردہ نہیں وہ اللہ تعالی تک (سیدھا) پہنچتا ہے۔

یہ روایت ترمذی شریف نے نقل کی ہے۔(۲)

حدیث 49: حذیفہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ,,جس طرح لباس کے نقش ونگار اسکے کھنہ ہونے کے ساتھ ساتھ مٹتے جاتے ہیں اس طرح اسلام بھی. یہاں تک کہ پھر نماز روزہ، زکوۃ، اور دوسری عباداتت کوئی فائدہ نہ دیں گی

۱۔ ترمذی شریف ۲: ۱۳۲، ابواب الایمان، ح ۲۴۴۶

۲۔ ترمذی شریف ۱: ۶۴۷، ابواب الدعوات، ح ۱۴۴۴

ایک شب میں قرآن چوری ہوں گے یہاں تک کہ زمین پر ایک آیت تک باقی نہ رہے گی ایسی حالت میں بوڑھے مرد اور عورتیں کہیں گے کہ ہمارے مسلمان والدین یہی لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے اور ہم بھی وہی پڑھ رہے۔

صلہ بن زفر نے حذیفہ سے کہا: چونکہ وہ نماز، روزہ، زکوۃ وعبادات نہ جانتے ہوں گے لہذا لا الہ الا اللہ بھی ان کو فائدہ نہ پہنچائے گا، حذیفہ نے اس کی بات کی پرواہ نہ کی، اس نے دوبارہ تکرار کیا، حذیفہ نے توجہ نہ کی لیکن جب تیسری بار تکرار کیا تو حذیفہ نے پلٹ کر تین بار کہا اے صلہ یہی لا الہ الا اللہ ہی ان کو جھنم کی آگ سے نجات دے گا۔

اس روایت کو ابن ماجہ نے نقل کیا اور اسی طرح حاکم نے اسے صحیح مسلم کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے۔(۱)

حدیث 50: حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین باتیں ایمان کی جڑ اور بنیاد ہیں اول یہ کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کا قائل ہو اور اپنے ہاتھ اور زبان کو ان سے بچانا، کسی گناہ کی بنا پر تکفیر نہ کرنا یعنی کسی عمل کی بنا پر اس کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھنا۔

اس روایت کو سنن ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔(۲)

حدیث 51: عبد اللہ بن عمرو سے نقل ہوا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، ح۴۰۴۹، مستدرک الحاکم ۴:۴۷۳۔

۲۔ سنن ابوداؤد ۲:۶۲۸: ۲۵۳۲۔

نے ارشاد فرمایا: ,,لا الہ الا اللہ پڑھنے والوں سے ہاتھ اٹھالو اور انہیں تکفیر مت کرو، جو کوئی لا الہ الا اللہ پڑھنے والوں کو تکفیر کرے گا وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے یہ روایت طبرانی نے نقل کیا ہے۔(۱)

حدیث 52: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں وارد ہوا ہے عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

,,مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر۔(۲)

اسی طرح صحیحین میں ابوذرؓ نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آنحضور نے فرمایا: کہ کوئی شخص کسی شخص کو کفر کے ساتھ متہم کرتا ہے یا کسی کو فسق کے ساتھ متہم کرتا ہے اور جسے متہم کیا گیا ہے وہ ایسا نہیں ہے تو یہ اتہام (کفر و فسق) خود متہم کرنے والے پر لوٹ آتا ہے۔(۳)

اسی طرح صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ثابت بن ضحاک سے روایت بیان ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو یہ اس کے قتل کے برابر ہے،،۔(۴)

۱۔ کنز العمال ۳: ۸۲۷۰۔

۲۔صحیح بخاری ۱: ۱۲۷، ح ۴۶۔ صحیح مسلم ۱: ۲۸۰، کتاب الایمان، ح ۱۱۶۔

۳۔ صحیح بخاری ۳: ۳۹۷، کتاب الادب، ح ۹۸۱۔

۴۔ صحیح بخاری ۳: ۳۹۷، کتاب الآداب، ح ۹۸۴۔

اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ,,جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو تکفیر کرے تو بے شک دونوں میں سے ایک کی طرف کفر لوٹتا ہے۔'' (۱)

خاتمہ

خداوند متعال سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے فضل و کرم کے ذریعہ سے ہماری عاقبت اسلام وایمان پر کرے اور ہمیں ہر اس چیز سے دور رکھے جو اسکے غضب کا باعث بنتی ہو اور ہمیں اور تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم کی ہدایت فرمائے۔

بے شک وہ مہربان وکریم ہے۔

والحمد للہ ربّ العالمین اوّلاً وآخراً وظاہراً وباطناً وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

ابوطالب علیہ السلام اسلامک انسٹی ٹیوٹ کے اہداف ومقاصد

- علوم محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کی نشر واشاعت
- مبلّغین کی تربیت
- مذہب حقّہ پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات
- غریب مؤمنین کی مدد
- فن ترجمہ وتحقیق سے آشنائی

۱۔ صحیح مسلم ۱: ۲۷۲، کتاب الایمان، ح ۱۱۹۔

فہرست کتاب

0345-4625443

حافظ محمد سعید

موقوف علیہ (7)

موسسه آموزشی-پژوهشی
مذاهب اسلامی

قم - ص . پ : ۴۳۶-۳۷۱۸۵
تلفن: ۷۷۴۱۴۱۲ (۰۲۵۱)

ISBN 978-600-5299-01-4